Part - 9

خطبات ارشدی

فضیلۃ الشیخ دکتور ارشد بشیر عمری مدنی سلمہ اللہ

Shaikh Dr. Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Aalim, Faazil (Madina University, KSA),
MBA, PhD from Switzerland.
Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyd.
www.askislampedia.com | www.abmqurannotes.com | www.askmadani.com
+91 92906 21633 (whatsapp only)

فہرست

[فتنہ دجال کیا حقیقت کیا فسانہ](#) 3

[وراثت کے مسائل اور ان کا آسان حل](#) 45

[ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھے حقوق](#) ... 96

[تجارت کے دوران دس گناہوں سے بچاؤ کا اسلامی طریقہ](#) 152

فتنہ دجال کیا حقیقت کیا فسانہ

عناصرِ خطبہ

تمہید

فتنہ کا مطلب

فتنۂ قتل سے متعلق ایک وضاحت

مختلف فتنوں کی پیشن گوئی

دجال کا مطلب اور اس کی قسمیں

مسیح کا مطلب

شرک اصغر سے بچو

دجال کے موضوع کا غلط استعمال

دجال سے مراد کیا ہے؟

لفظِ دجال کی تاویل کرنے والوں پر رد

دجال کے واقعہ میں دو آزمائشیں

دجال کی جادو گری

دجال مدینہ کے قریب ضریب تک آئے گا

پہلا پوائنٹ: ایمان بالغیب

دوسرا پوائنٹ(point): الاستغاثہ

تیسرا پوائنٹ: سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیات یاد کرنا دجال کے فتنہ سے بچنے کا ذریعہ

چوتھا پوائنٹ: قرآن اور صحیح احادیث میں غلط تاویل کرنے والا دجال کی طرح ہے

پانچواں پوائنٹ: علم نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کریں

قرآن وحدیث کو اپنی طرف سے سمجھنے کی کوشش نہ کریں

تمہید

دجال کے فتنہ سے پہلے کئی فتنے آئیں گے جیسے فتنۂ دہیماء، فتنہء سراء وغیرہ اور دنیا میں دجال اکبر سے پہلے چھوٹے تیس دجال آئیں گے۔ اس موضوع سے متعلق کچھ بنیادی اور ضروری باتیں آئندہ سطور میں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں، اللہ ہمیں دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے۔

فتنہ کا مطلب

فتنہ کہتے ہیں کسی کو ایسی آزمائش میں ڈال دینا کہ اس کے لیے آخرت میں کامیاب ہونا مشکل ہو جائے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمایا: (وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ)فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔(البقرۃ:2/ 191)

مثال کے طور پر اگر آپ اپنے بچوں کا
missionary school میں داخلہ کرواتے ہیں تو آپ بچے کو فتنے میں ڈال رہے ہیں کیوں کہ اس سے بچے کے لیے آخرت میں کامیاب ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے بجائے اگر آپ Islamic school میں داخلہ کرواتے ہیں تو آپ بچے کے لیے آخرت میں کامیابی کو آسان کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے missionary
school میں پڑھنے والا بچہ کل کے دن داعی بھی بن جائے۔
میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہر missionary school میں جانے والا بچہ بھٹک جائے گا لیکن آپ اسے وہاں داخل کروا کر اس کے لیے مشکلیں پیدا کر رہے ہیں اور بچے کو سخت اور Challenging حالات سے گزار رہے ہیں جس میں اس کے ایمان اور عقیدے کی سلامتی انتہائی دشوار ہو سکتی ہے۔

آپ بچپن میں بچہ کو cartoon دکھلا رہے ہو اور اس پر آپ کا کچھ control نہیں ہے تو بچے کا mind اسلامک کیسے بنے گا۔ بچہ ٹی وی دیکھ رہا ہے، laptop کو استعمال کر رہا ہے اور آپ نگرانی نہیں کر رہے ہیں کہ بچہ کیا کر رہا ہے؛ گویا کہ آپ بچے کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں یعنی اس کے لیے آخرت میں کامیابی کا راستہ مشکل کر رہے ہیں۔

فتنۂ قتل سے متعلق ایک وضاحت

نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے زمانے میں اشہر حرم میں ایک واقعہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بھی جوابی کاروائی کی، اس کے جواب میں مخالفین نے کہا کہ نبی ہوتے ہوئے اشہرِ حرم (حرمت والے مہینوں) میں جنگ کر رہے ہیں یعنی اشہرِ حرم کی حرمت پامال

کر رہے ہیں حالانکہ صرف جوابی کاروائی کی گئی تھی۔ اس پر کفارِ مکہ نے واویلا مچار کھا تھا۔ ان کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا حرمت والے مہینوں میں قتل تمہیں بہت بڑی چیز لگ رہی ہے لیکن تم حرمت والے مہینوں میں دین کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہو اور فتنہ مچارہے ہو جس کی وجہ سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے ۔تمہارے فتنہ کی وجہ سے لوگوں کا اسلام پر چلنا مشکل ہورہا ہے، آخرت کی کامیابی حاصل کرنا مشکل ہورہاہے۔اور یہ فتنہ بازی دراصل قتل سے بڑی اور سنگین ہے۔

مختلف فتنوں کی پیشن گوئی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قعودا نذكر الفتن، فأكثر ذكرها حتى ذكر فتنة الأحلاس،

فقال قائل: يا رسول الله وما فتنة الأحلاس؟ فتنة الاحلاس هي فتنة هرب وحرب، ثم فتنة السراء دخلها او دخنها من تحت قدمي رجل من اهل بيتي يزعم انه مني وليس مني إنما وليي المتقون، ثم يصطلح الناس على رجل كورك على ضلع، ثم فتنة الدهيماء لا تدع احدا من هذه الامة إلا لطمته لطمة، فإذا قيل: انقطعت تمادت يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسي كافرا حتى يصير الناس إلى فسطاطين: فسطاط إيمان لا نفاق فيه وفسطاط نفاق لا إيمان فيه، إذا كان ذاكم فانتظروا الدجال من اليوم او غد.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے فتنوں کا تذکرہ کر رہے تھے، آپ نے بھی "فتنہ احلاس" سمیت بہت سے فتنوں کا ذکر کیا۔ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! فتنہ احلاس سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: "فتنہ احلاس سے مراد جنگ و جدل اور شکست و ریخت کا زمانہ ہے، پھر خوشحالی و آسودگی کا فتنہ ابھرے گا، اس کی ابتداء اور سرپرستی و ذمہ داری ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہو گی، جو اپنے گمان کے مطابق مجھ سے ہو گا، حلانکہ وہ مجھ سے نہیں ہو گا، میرے دوست تو پرہیزگار لوگ ہیں، پھر لوگ ایسے شخص پر صلح کریں گے، جو مستقل طور پر بادشاہت کے لائق اور اس کا اہل نہیں ہو گا۔ اس کے بعد بھیانک آفت و مصیبت پر مشتمل فتنہ نمودار ہو گا، وہ اس امت کے ہر فرد کو ہلا کر رکھ دے گا۔ جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو چکا، تو حد سے بڑھ کر سامنے آئے گا۔ بندہ بوقت صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر۔ لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے: ایک جماعت صاحب ایمان ہو گی، اس میں کوئی نفاق نہیں ہو گا اور دوسری جماعت صاحب نفاق ہو گی، اس میں کوئی ایمان نہیں

ہو گا، جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا تو دجال کا انتظار کرنا وہ اسی دن آ سکتا ہے، یا پھر اگلے دن آ جائے گا۔ (السلسلة الصحيحة:974)

دجال کا مطلب اور اس کی قسمیں

قیامت سے پہلے 30 دجال آئیں گے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ۔

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا نہ ہو لیں۔ ان میں ہر ایک کا یہی گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ (صحیح بخاری::3609)

دجال دجل سے مبالغہ کا صیغہ ہے، الدجل الدلجۃ کا مطلب ہوتا ہے "التغطیۃ" کسی چیز کو ڈھانپ دینا اور چھا جانا۔ چونکہ پوری دنیا میں اس کا فتنہ چھا جائے گا اس لیے اس کو دجال کہا جاتا ہے، سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ وہ ان دونوں میں داخل نہیں ہو گا۔

اس کا ایک اور معنیٰ آتا ہے "المموہ" یعنی وہ چیز جو اوپر سے سونے جیسی لگے لیکن جب اسے توڑا جائے تو اس میں سونا نہ ہو۔ یعنی ایسی چیز جسے اوپر سے سونے کا رنگ چڑھایا دیا گیا ہو۔ دیکھنے والا اسے سونا سمجھتا ہے اور جب اسے توڑا جائے تو حقیقت کا پتا چلتا ہے۔

مسیح کا مطلب

دجال کو مسیح الدجال بھی کہتے ہیں، مسیح کے دو معنی آتے ہیں، ایک اچھا معنٰی اور ایک برا معنٰی۔

مسیح فعیل کے وزن پر ہے جیسے صدیق ضلیل وغیرہ

مسیح کا ایک معنی ہے ہاتھ پھیرنے والا۔ عیسٰی علیہ السلام مریضوں پر ہاتھ پھیرتے تھے جس کی وجہ سے وہ باذن اللہ شفایاب ہو جاتے تھے اسی لیے انہیں عیسی مسیح کہتے ہیں۔

مسیح کا دوسرا معنی ہے ممسوح یعنی مٹایا ہوا، چونکہ دجال ممسوح العین یعنی اس کی ایک ہی آنکھ ہو گی اور وہ ابھری ہوئی ہو گی اور اس کے پیر ٹیڑھے ہوں گے اور اس کے چلنے کا انداز بھی ٹیڑھا ہو گا اور اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے، اور چہرہ ایسا دکھتا ہو گا جیسے کسی چمڑے کو گھس دیا گیا ہو۔

مسیح کا لفظ جب عیسی علیہ السلام کے سیاق میں آتا ہے تو وہ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہو گا۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اکبر فتنة" کا مطلب یہ ہے کہ أکبر شوکة یعنی کوئی اس کا مقابلہ کرنے کے لائق نہیں رہے گا۔

نبی کریم ﷺ نے امت کو دجال، یاجوج ماجوج یا مستقبل کی نشانیوں کے بارے میں ادھوری خبریں نہیں بتائیں بلکہ آپ ﷺ نے مکمل معلومات دی ہیں۔ ایسی مکمل معلومات دی ہیں کہ عقل لڑا کر لوگوں کو بھٹکانے کی گنجائش باقی نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود بھی بہت

سارے لوگ اپنی عقلوں کے گھوڑے دوڑا کر بہتیرے لوگ خود بھی بھٹکے اور دوسروں کے بہکنے بھٹکنے کا ذریعہ بھی بنے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: كَافِرٌ۔

ترجمہ: اللہ تعالی کی طرف سے بھیجے گئے ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کانے جھوٹے (دجال) سے ڈرایا، آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا ہے۔ (صحیح بخاری:7131)

شرک اصغر سے بچو

نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لیے شرکِ اصغر کا خوف کھاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إنَّ أخوفَ ما أخافُ عليكم الشركُ الأصغرُ الرياءُ ، يقولُ اللهُ يومَ القيامةِ إذا جزى الناسُ بأعمالِهم : اذهبوا إلى الذين كنتم تُراؤون في الدنيا ، فانظروا هل تجدون عندَهم جزاءً۔

ترجمہ: بے شک میں تم پر شرکِ اصغر (ریاکاری) کا خوف کھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہیں گے جب بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہو گا جاؤ تم ان لوگوں کی طرف جنہیں تم دکھانے کے لیے دنیا میں کام کرتے تھے پس تم دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس بدلہ پاؤ گے؟(صحیح الجامع:1555)

اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔

ترجمہ: اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری: 100)

قیامت کے قریب کم علم خطباء اور واعظین کی کثرت ہو گی وہ اپنے بیانوں کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کر دیں گے ۔

دجال کے موضوع کا غلط استعمال

دجال کا موضوع عوام الناس کے لیے دلچسپی کا باعث ہے، عموماً لوگ اس سلسلے میں جاننا اور سننا پسند کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ عوام کے اسی جذبے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے اور انہیں بے وجہ ڈراتے ہیں، کچھ لوگ دجال کے خوف کے ذریعے لوگوں کو دین کی راہ پر لانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ احادیث کو توڑ مروڑ کر اور اس کا معنی و مفہوم بدل کر پیش کرتے ہیں۔

کچھ ایسے لوگوں سے بھی ملاقات ہوئی جنہوں نے دجال کے موضوع پر سو صفحات پر مشتمل کتاب لکھ رکھی ہے اور ایک صاحب نے تو چھ سو صفحات اسی موضوع پر سیاہ کیے ہیں، راقم سطور کے استفسار پر کہ دجال سے متعلق احادیث کی تاویل کیوں کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ نوجوان نسل کی اصلاح کی

خاطر انہیں ان واقعات کے سہارے ڈرا کر دین کی طرف لانا چاہتے ہیں۔

دجال سے مراد کیا ہے؟

بہت سے لوگوں نے دجال سے متعلق موشگافیاں بکھیری ہیں:

1. کسی نے کہا کہ اس سے مراد ٹیلی ویژن کا سسٹم ہے۔
2. کسی نے کہا کہ اس سے دھوکہ دینے والی اور جھوٹی خبریں مراد ہیں۔
3. کسی نے کہا ہے کہ دجال سے مراد ٹرین ہے۔
4. کسی نے کہا کہ دجال سے مراد ہوائی جہاز ہے۔

5. کسی نے کہا uk government ہے جو اس سے پہلے برٹش حکومت تھی۔ برٹش حکومت کے بعد اب پوری دنیا کے اندر US یعنی امریکہ کا راج ہے اس سے پہلے سویت یونین تھا۔

6. بعض نے کہا کہ اس سے سائنس مراد ہے۔

میں نے تاویل کرنے والوں سے پوچھا آخر آپ کو کیا مجبوری ہوگئی کہ حدیث شریف میں ہے کہ دجال آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ اور یہاں لوگوں کو دجال کے بارے میں cartoons میں ایسا بتایا جاتا ہے جیسے وہ انسان نہیں کچھ اور ہی چیز ہے حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دجال آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے،

لفظِ دجال کی تاویل کرنے والوں پر رد

اگر کوئی کہتا ہے کہ اس سے مراد ٹیلی ویژن ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ ، مدینہ میں ٹیلی ویژن ہے، آپ مکہ و مدینہ سے live Telecast دیکھتے ہیں۔

مکہ کے اندر سائنس سے متعلق king fahad petroleum university موجود ہے۔ مکہ و مدینہ کے اندر scientific research سائنٹفک ریسرچ موجود ہے۔

مدینہ کے اندر ترکی والوں نے جو ریلوے اسٹیشن بنایا تھا، آج بھی وہ ریلوے اسٹیشن مدینہ کے اندر موجود ہے اور ٹرین وہاں سے ترکی جاتی ہے۔ جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا مکہ اور مدینہ میں دجال داخل نہیں ہو گا۔

جنوبی آفریقہ میں بھی ایک انگریز داعی ہیں جنہوں نے نوجوانوں کا ذہن خراب کر رکھا ہے۔ اکثر انگلش میں یو ٹیوب وغیرہ پر ہمارے بچے جو بیانات سنتے ہیں وہ یہ دیکھتے نہیں کہ اس کا منہج کیا ہے؟ کیا وہ کتاب و سنت کے مطابق بتا رہا ہے؟

کسی بھی دلچسپ موضوع پر کوئی ایسا سپیکر جس کے پاس روانی ہو، بہترین طریقہ سے بات کرنے کا فن ہو تو ہمارے نوجوان بچے اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ہر بات کی تحقیق کیجئے اگر علماء نے ان کی باتوں کو پسند کیا ہے تو بھی اس کی ایک ایک بات کو چیک کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، اگر آپ چیک نہیں کریں گے تو آپ فتنہ میں پڑ جائیں گے، آزمائش میں پڑ جائیں گے، آخرت میں کامیاب ہونا پھر مشکل ہو جائے گا اور یہ بڑا فتنہ ہے۔

اچھے بڑے عجیب قسم کی تاویلات کر دیتے ہیں جس سے کئی نوجوان بھٹک جاتے ہیں۔ اسلام عربی میں نازل ہوا نہ کہ انگلش میں، دین کو عربی میں پڑھنے اور سمجھنے والا زیادہ اپنے فہم میں حق سے زیادہ قریب ہو سکتا ہے بمقابل انگلش میں سمجھنے والے کے۔

بہرِ کیف جب میں نے ان سے پوچھا کہ آخر آپ اتنی تاویلات کیوں کر رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

آج کل کے نوجوان بچے سمجھتے ہیں کہ دجال کے آنے کا وقت بہت دور ہے اور وہ بہت مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں، سو ہم انہیں ڈرانے کے لیے اس طرح بتاتے ہیں کہ مسیح الدجال یہ جو ٹرین، ٹیلی ویژن، نیوز اور wtc جیسے بڑے بڑے واقعات

وغیرہ کی شکل میں ہماری گمراہی کا سبب بن رہا ہے، اور اس طرح کی باتوں سے نوجوان بچے بہت جلد سدھر جاتے ہیں۔

کسی کی اصلاح کے لیے آیتوں اور حدیثوں کو توڑنے موڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیاڈرانے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال آنے سے پہلے تیس دجال آئیں گے۔

دجال کے واقعہ میں دو آزمائشیں

دجال کے واقعے میں دو قسم کی آزمائش ہے، پہلی آزمائش یہ ہے کہ دجال کی آمد پر ایمان رکھنا کیوں کہ اس کا تعلق غیب سے ہے اور جن کی عقل عقلِ سلیم نہیں ہوتی وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

دوسری آزمائش دجال سے متعلق نصوص شرعیہ کو بلا تاویل وتحریف کے بعینہ حقیقت پر محمول کرنا۔

دجال کی جادوگری

صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ اس بادل کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہو، وہ ایک قوم کے پاس آکر انہیں اپنی الوہیت کی طرف بلائے گا، تو وہ قبول کرلیں گے، اور اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ آسمان کو بارش کا حکم دے گا، تو وہ برسے گا، پھر زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، اور جب اس قوم کے جانور شام کو چر کر واپس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے اونچے، تھن زیادہ دودھ والے، اور کوکھیں بھری ہوں گی، پہلو بھرے بھرے ہوں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم کے پاس جائے گا، اور ان کو اپنی طرف دعوت

دے گا، تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے، آخر یہ دجال وہاں سے واپس ہو گا، تو صبح کو وہ قوم قحط میں مبتلا ہو گی، اور ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہے گا۔ پھر دجال ایک ویران جگہ سے گزرے گا، اور اس سے کہے گا: تو اپنے خزانے نکال، وہاں کے خزانے نکل کر اس طرح اس کے ساتھ ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں یعسوب (مکھیوں کے بادشاہ) کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر وہ ایک ہٹے کٹے نوجوان کو بلائے گا، اور تلوار کے ذریعہ اسے ایک ہی وار میں قتل کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، ان دونوں ٹکڑوں میں اتنی دوری کر دے گا جتنی دوری پر تیر جاتا ہے، پھر اس کو بلائے گا تو وہ شخص زندہ ہو کر روشن چہرہ لیے ہنستا ہوا چلا آئے گا۔

الغرض دجال اور دنیا والے اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالی عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کو بھیجے گا، وہ دمشق

کے سفید مشرقی مینار کے پاس دو زرد ہلکے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے ،جو زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے ہوں گے، اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازؤوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے، اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے پانی کے قطرے موتی کی طرح گریں گے، ان کی سانس میں یہ اثر ہو گا کہ جس کافر کو لگ جائے گی وہ مر جائے گا، اوران کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر کام کرے گی۔ (صحیح مسلم: 2937)

جو قرآن اور صحیح حدیث کا علم رکھنے والا ہو گا وہی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے علماء کرام نے کہا کہ جب دجال آجائے تو اس سے دور رہنے کی کوشش کرو۔

ایک مرتبہ سارے قبائل نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے لیکن بنو تمیم کا قبیلہ دیر سے آیا۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا قبیلۂ بنو تمیم کو برا مت کہو کیوں کہ دجال جب آئے گا تو اس وقت یہ قبیلہ باقی رہے گا، عرب کے لوگ بہت کم رہ جائیں گے اور یہ سب پر بھاری پڑنے والا قبیلہ ہے۔

آپ جانتے ہیں بنو تمیم آج سعودی عرب میں موجود ہیں ، لوگ کہتے ہیں وہاں وہابی حکومت ہے اور وہ بھٹک گئی ، حالانکہ دجال کے مقابلہ میں کھڑے ہونے والے یہی لوگ ہیں۔ سعودیہ میں توحید قائم کرنے والے بنو تمیم ہیں۔ محمد بن عبد الوھاب کا پورا نام محمد بن عبد الوہاب التمیمی ہے آپ کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔

پوری دنیا میں شرک اور بدعت کرنے والے لوگ "اہلِ توحید" کو وہابی کہتے ہیں۔

دجال کے followers ابھی سے ماحول بنا رہے ہیں، تمیمی کے خلاف بولنے سے کچھ ہونے والا نہیں ہے کیوں کہ اہلِ شرک تو مٹ جائیں گے لیکن تمیمی لوگ مٹنے والے نہیں ہیں کیوں کہ ان کو دجال کے آنے تک رہنا ہے۔

تین سو سال سے سعودی عرب کی حکومت قائم ہے، ان کے خلاف بولنے والے مٹ گئے،

سعودی حکومت کو گرانے کے لیے بہت سارے ممالک اٹھے، انہوں نے کبھی فرانس کا ساتھ لیا اور کبھی برطانیہ کا ساتھ لیا اور ابھی ہندوستان میں بہت سے میڈیا کے ذریعہ سعودی حکومت کے خلاف بولا جا رہا ہے۔

بہرِ حال سعودی حکومت قائم کرنے والے محمد بن عبد الوھاب التمیمی ہیں اور آپ کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔

کبھی آپ کو موقعہ ملا تو قصیم بھی جا کر آیئے، قصیم میں بڑے بڑے علماء کرام رہتے تھے محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ اور بن باز رحمہ اللہ وغیرہ ان سب کا نسب آگے جا کر بنو تمیم میں ملتا ہے، اس قبیلے سے اللہ نے بڑے بڑے علماء نکالے ہیں، ابھی جتنا سعودی عرب کا کورٹ اور کچہری سسٹم ہے اس کے قاضی 99٪ تمیمی ہوتے ہیں۔

قاضی اور جید علماء کا تعلق اسی قبیلے سے ہے، ابھی جو فی الوقت مفتی عام ہیں وہ عبد العزیز آل الشیخ ہیں اور یہ بھی تمیمی ہیں۔

قیامت کے قریب دجال پر سب سے بھاری پڑنے والے اسی قبیلے والے ہیں جن کو بعض عوام وھابڑا کہتی ہے۔

دجال مدینہ کے قریب ضریب تک آئے گا

بہرکیف دجال، حدودِ حرم میں داخل نہیں ہو گا، مدینہ کے قریب آئے گا، مدینہ کے قریب سبخہ تک آئے گا،

سبخہ کہتے ہیں "مجمع السیول "یعنی وہ جگہ جہاں پر پانی بہہ کر مختلف پہاڑوں پر سے جمع ہو جاتا ہے۔ وہاں تین قسم کی پہاڑ یاں ہیں، اگر آپ احد پہاڑ کے پیچھے جائیں گے وہاں ایک جگہ ہے جسے آج کل لوگ وادئ جن کہتے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں پہلے میں اپنے سعودیہ سفر میں وہیں تھا، مدینہ یونیورسٹی کے طلباء نے کہا شیخ آپ تھکے ہوئے لگ رہے ہیں لیکن ہمارے پاس offer ہے، ہم لوگ احد پہاڑ کے پیچھے

جائیں گے جہاں پر وادیِ جن ہے اور لوگ سمجھتے ہیں یہاں پر جن ہے اور دجال یہاں تک آئے گا نبی کریم ﷺ نے احادیث میں اس کے لیے ”الضریب“(لال قسم کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وادیِ جن کے آگے جانے سے ایک dead end آتا ہے وہاں پر اطراف میں پہاڑیاں ہیں کچھ پہاڑ کالے ہیں اور ان کالے پہاڑوں کے بعد ضریب یعنی لال پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ان پہاڑیوں میں سے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے جس میں بہت بڑا دامن ہے اور ستر ہزار لوگ یہیں رکیں گے اور دجال احد پہاڑ کے پیچھے سے مدینہ کی طرف دیکھے گا اسے مسجد نبوی بالکل سفید نظر آئے گی۔ اس کی وجہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہتے ہیں کہ آج بھی سٹیلائیٹ سے لی جانے والی فوٹوز میں مسجد نبوی سفید ہی نظر آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ دجال

مسجد نبوی کو دیکھ کر کہے گا کہ یہ احمد کا گھر ہے، احمد سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں کہ آپ کا ایک نام احمد بھی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ سورۃ الصف میں کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے احادیث میں جو جگہ بتائی ہے ممکن ہے وہ یہی ہو، اس کا امکان ہے، قطعی علم تو یقیناً اللہ تبارک و تعالی کے پاس ہے۔

دجال عراق اور سیریا کے درمیان نکل کر آئے گا اور وہ چالیس دن پوری دنیا میں گھومنے کی کوشش کرے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہو گا، دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی کے 37 دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

لیکن وہ صرف دو جگہوں مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں
ہوسکے گا، جب عیسیٰ نازل ہونگے تو دجال فرار ہونے کی
کوشش کرے گا اور مدینہ کے قریب آجائے گا، اس کے
ساتھ ساتھ ستر ہزار اصبہانی ہوں گے، اصبہان ایران کے
پاس ایک علاقہ ہے، اسی علاقے سے مشہور اصفہانی منسوب
ہے۔

دجال کے موضوع سے حاصل ہونے والے اسباق (پوائنٹس)

اس موضوع میں ہمارے لیے بہت سارے اسباق موجود ہیں
۔

پہلا پوائنٹ (point): ایمان بالغیب

دجال کا تعلق غیب سے ہے، قرآن اور صحیح احادیث
میں جو غیب کی باتیں بتائی گئیں ہیں ہمارا ان پر ایمان لانا ضرور

ی ہے اور یہ مومن کی صفت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
”الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ“ جو لوگ غیب پر ایمان
لاتے ہیں۔(البقرۃ:2/3)

دوسرا پوائنٹ(point):الاستغاثہ

ہر معاملے میں بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی سے
مدد طلب کرے۔

تیسرا پوائنٹ:سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیات یاد کرنا دجال کے فتنے سے بچنے کا ذریعہ

بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ سورۃ الکھف کی ابتدائی دس
آیات یاد کرلے تاکہ وہ دجال کے فتنے سے بچ سکے۔ نبی کریم
ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ
سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ ۔ترجمہ:جو سورۂ

کہف کی اول کی دس آیتیں یاد کرے وہ دجال کے فتنے سے بچے گا۔(صحیح مسلم:809)

چوتھا پوائنٹ: قرآن اور صحیح احادیث میں غلط تاویل کرنے والا دجال کی طرح ہے

قرآن اور صحیح احادیث میں غلط تاویل کرنے والا دجال کی طرح ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا نہ ہولیں۔ان میں ہر ایک کا یہی گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔(صحیح بخاری:3609)

بعض لوگ نصوص کی کچھ یوں تاویلات کرتے ہیں اور عوام کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں جس سے عوام کو شرک اور بدعات کے اعمال بھی صحیح لگنے لگتے ہیں۔

یہ لوگ قرآن اور صحیح احادیث سے ہی استدلال کرتے ہیں مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میری قبر کو عید مت بناؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو جشن کی جگہ مت بناؤ۔ لیکن بعض لوگ اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر سال میں صرف دو مرتبہ مت آؤ بلکہ روزانہ آؤ۔

پانچواں پوائنٹ: علم نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کریں

قرآن اور صحیح احادیث کا غلط استدلال کرنے والوں سے ہمیں دور رہنا چاہیے، اگر ہمارے پاس علم ہے تو ہم علم کے ذریعہ

اس کا مقابلہ کریں گے اگر علم نہیں ہے تو ان سے دور رہنے میں ہماری عافیت ہے۔ جب مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی تو کئی صحابہ اپنے گھر میں رہے اور جو جیت گیا اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

ان سے ان کے اس طرز عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہمیں نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے لیے انہوں نے دجال والی حدیث سے استدلال کیا جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دجال کا اگر مقابلہ کرنے کی طاقت تم میں نہیں ہے تو اس سے دور رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں بغیر علم کے اعتراضات کے جوابات دینے اور debate کرنے کے لیے آگے نہیں جانا چاہیے۔

قرآن وحدیث کو اپنی طرف سے سمجھنے کی کوشش نہ کریں

مدینہ میں ڈیڑھ ہفتہ پہلے ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے کہا کہ میں وہابی نہیں سنی ہوں، ہمارا عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ ہماری مرادیں سنتے ہیں، تو میں نے کہا کہ دلیل کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ دلیل سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے، میں نے کہا کہ ذرا مجھے سمجھایئے تو وہ کہنے لگے کہ حدیث میں ہے کہ جب ہم نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی روح آپ ﷺ کے جسم اطہر میں لوٹا دیتے ہیں۔

جب روح جسم میں آجائے تو اس دوران اگر ہم اپنی مرادیں آپ ﷺ کو سنائیں تو کیا حرج ہے؟

میں نے کہا اگر کوئی بندہ درود پڑھتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی روح لوٹا دی جاتی ہے یہاں تک بات صحیح ہے لیکن اپنی

مرادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے کی بات غلط ہے جس کا آپ اپنی طرف سے اضافہ کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اگر آپ کو اپنی مرادیں سنانا درست ہوتا تو آپ ﷺ اس کی وضاحت کر دیتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کہا۔ اور اسی طرح اپنی مرادیں مانگنا گویا آپ ﷺ کی نیند میں خلل ڈالنا ہے۔

سورۃ الحجرات میں کیا بتایا گیا کچھ دیہاتی نبی کریم ﷺ کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر یا محمد یا محمد کہہ کر پکارتے تھے، انہیں تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیتیں نازل کیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (بالکل) بے عقل ہیں۔ (الحجرات:49/4)

اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات:49/ 2)

صحابہ کرام کو حکم دیا گیا کہ جب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں آرام فرمارہے ہوں تو اس وقت تم نبی کریم ﷺ

کے آرام میں خلل نہ ڈالو، آپ اپنی مرادیں سنائیں گے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یقیناً خلل ہو گا۔

آپ ایسے درود وسلام پڑھیں جیسے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پڑھنے کا حکم دیا ہے، اگر اس سے زیادہ کریں گے تو آپ سورۃ الحجرات کی روشنی میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے کہا آپ نے اچھے طریقہ سے سمجھایا بات سمجھ میں آگئی۔

ٹیڑھے سوالات کے سیدھے جوابات دینے سے لوگ راہِ راست پر آجاتے ہیں۔

ہر ایک کے بیانات مت سنیے، اگر آپ کے پاس اتنی knowledge ہے کہ صحیح اور غلط میں فرق کر سکتے ہوں تو آپ سن سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ تشہد میں سلام پھیرنے سے قبل کچھ چیزوں سے پناہ مانگتے تھے ان میں سے ایک فتنہ دجال بھی ہے ۔

خلاصہء کلام یہ ہے کہ دجال کے متعلق احادیث سے معلوم ہوا کہ ہم غیب کی باتوں پر ایمان لائیں اور اس میں اپنی عقل لڑانے کی کوشش نہ کریں اور ائمۂ مضلین یعنی گمراہ کن لوگوں سے دور رہیں، نیز دجال کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکھف کی دس آیات یاد کریں اس کی تلاوت کریں اور دعاؤں میں اس سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کریں اور آخرت کی تیاری کریں۔

اخیر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور آپ سب کو قران و صحیح احادیث کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراطِ

مستقیم پر ہمیں گامزن کرے اور دنیا کے ہر فتنے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

https://www.youtube.com/watch?v=gVYCCVbca3A&t=87s

وراثت کے مسائل اور ان کا آسان حل

تمہید

وراثت کی لغوی تعریف

وراثت کی اصطلاحی تعریف

وراثت کی تقسیم کی اہمیت

علم وراثت کی ابتداء

ناحق کسی کی چیز ہڑپنے کی مذمت

معاشرے کے دو کمزور لوگ

وراثت کو تقسیم کیسے کیا جائے؟

وراثت کی تقسیم کے لیے آسان کیلکولیٹر

قرض کا مسئلہ

قرآنی آیات کی روشنی میں وراثت کی تقسیم

وراثت میں ہر قریبی رشتے دار کا حق ہے

مظلوم کی بددعا

وراثت کی تقسیم کے وقت دور کے رشتے دار، یتیم اور مسکین کا خیال رکھنا

وصیت کا مسئلہ

یتیم کا مال ہڑپنے کی مذمت

تمہید

اسلام کا قانونِ وراثت عدل و انصاف پر مبنی ہے کیوں کہ یہ ہمارے خالق اللہ سبحانہ وتعالی کا بنایا ہوا قانون ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی قانونِ وراثت ہیں وہ ظلم پر مبنی ہیں کیوں کہ ان میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کی حق تلفی ضرور ہوتی ہے،

یعنی کسی کا حق سلب کیا جاتا ہے یا کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیا جاتا ہے، لیکن اسلام میں سب کا خیال کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا"

"مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں (یہ چھوڑا ہوا مال) تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اس میں ہر ایک کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔"(سورۃ النساء:4/7)

وراثت کی لغوی تعریف:

لغت مین لفظِ وراثت کے معنی ہین جانشین ہونا۔

وراثت کی اصطلاحی تعریف:

وراثت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: "مَا تَرَکَهُ الْمَيِّتُ"یعنی مرنے والا اپنے پیچھے جو مال و جائیداد چھوڑ جاتا ہے،ورثاء میں اس کی تقیسم کا نام وراثت ہے، اس کو علم الفرائض،میراث،اِرث اور ترکہ وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

ترکہ: یعنی "مایَترُکُہُ المیّتُ "مرنے والا اپنے پیچھے جو مال و جائیداد چھوڑ جاتا ہے۔

فریضہ: اس کی جمع "فرائض"ہے جس کا معنی "حصہ "ہے یعنی وہ حصہ جس کو اللہ تبارک وتعالی نے نازل کیا ہے اس کو "اِرث و میراث" بھی کہا جاتا ہے،لیکن جب اس کو"وَراثۃ"یعنی واو پر زبر کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تو جدید ڈکشنری میں اس کا مطلب,anthropology , genealogy"الوراثۃ الھندسیہ، البصریۃ الھندسیہ" یعنی آنکھ میں جو ایریس ہے وہ مراد ہے۔

وراثت کی تقسیم کی اہمیت:

وراثت کی تقسیم اپنی من مانی سے نہیں کی جاسکتی بلکہ اللہ سبحانہ وتعالی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی وراثت کی تقسیم کی جائے گی۔ قرآن کی بعض سورتیں جیسے سورۃ النور اور سورۃ النساء میں حقوق کی ادائیگی اور ایفائے عہد سے متعلق احکامات ایک بندہ مومن کا دل دہلانے کے لیے کافی ہیں، ان میں کمزوروں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور غلط طریقے سے ان کا مال ہڑپنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ اکثر لوگ نماز روزہ، زکوۃ اور حج کے مسائل اور فرائض کو بہت اچھے انداز سے یاد رکھ لیتے ہیں، لیکن جب بات طلاق اور نکاح، نسب و رشتہ داری، اور معاملات کی آتی ہے تو وہ شریعت کی تعلیمات گول کر جاتے ہیں جب کہ حقوق العباد

کے تئیں سستی اور زیادتی اللہ تبارک وتعالی کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور انہیں حقوق العباد میں سے ایک بہت اہم وراثت کا مسئلہ بھی ہے۔

لہذا والدین اپنے دو بچوں کے درمیان ان کی اطاعت و معصیت کی بنیاد پر وراثت کی تقسیم نہ کریں، بلکہ اللہ تبارک وتعالی کے بتائے ہوئے طریقے پر تقسیم کرنا فرض ہے، کیونکہ بچے کی معصیت ونافرمانی کا معاملہ الگ ہے اور وراثت کا معاملہ الگ ہے، والدین اللہ سے دعا کریں، مگر بچے کے ترکے میں کمی کرنے کا والدین کو بالکل حق نہیں ہے، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی ماں یہ کہے کہ میرا شوہر اور بچہ بہت زیادہ ستارہے ہیں اس لیے کل سے میں ظہر، عصر کی صرف دو رکعت نماز پڑھوں گی یا بالکل نہیں پڑھوں گی، کیا یہ درست فیصلہ ہو گا؟ جس طرح یہ فیصلہ نہیں لیا جاسکتا بالکل اسی طرح وراثت میں کمی کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

بسا اوقات والدین اپنے کسی بچے کو وراثت میں کمی یا زیادتی کی وصیت کر دیتے ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ وراثت اللہ تبارک وتعالی کا نازل کردہ نظام ہے جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 7 سے 14 میں کیا ہے جو کہ 7 آیتیں ہیں، جن میں اللہ تبارک وتعالی نے وراثت کا نظام بتلایا ہے اور خاص طور سے 11,12 ان دو آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی نے وراثت کا ایسا علم بتلایا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو یاد کرلے تو وہ شخص بہت سے وراثت کے حسابات کو باآسانی حل کر سکتا ہے یعنی ان دو آیتوں میں وراثت کا کافی علم ہے۔

علم وراثت کی ابتداء اور اس میں مسلمانوں کی دلچسپی:

سب سے پہلے ہم کو وراثت کا معنی و مفہوم اور اس کی تاریخی حیثیت سے باخبر ہونا بے حد ضروری ہے، تاریخی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں بہت ہی زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔

وراثت میں جو حساب استعمال میں آتا ہے اس کو الجبرا کہا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل اس کولی نصاب میں ہم الجبرا پڑھتے ہیں جس کے مؤسس محمد بن موسی الخوارزمی ہیں جو کہ ایک مسلمان تھے جن کا تعلق خوارزمستان سے ہے جو آج کل فارس کی سرحد کے پاس ازبکستان، خوارزمستان موجود ہیں۔اس کے علاوہ خلافتِ بنو عباسیہ کے دور میں "بیت الحکمۃ"(research centre) قائم ہوا تھا، جس کے وہ رئیس مقرر ہوئے تھے اور یہ 780 عیسوی (رسول اکرم ﷺ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال 150 بعد) میں ایک بہت

بڑا کارنامہ کرنے والی شخصیت ہے جن کو" فادر آف الجبرا"(father of algebra) کہا جاتا ہے جنہوں نے "الجبراء والمقابلۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا مطلب reunion of broken lines) بکھری ہوئی چیزوں کا منظم انداز سے سطروں میں پیش کرنا) ہے۔

"الجبراء" عربی لفظ ہے جس کا معنی لمبائی میں کاٹ دینا ہے، کیونکہ اس کے حسابات بہت ہی لمبے ہوتے ہیں جس کا آخر میں ایک نتیجہ آتا ہے۔

اسی طرح دوسری شخصیت الرجبی کے نام سے معروف و مشہور ہے جنہوں نے اپنی کتاب الرحبیہ میں 170 اشعار میں وراثت کے تمام مسائل بیان کیے ہیں، جو کوئی ان اشعار کو ازبر کرلے گا گویا علم الفرائض اس کی مٹھی میں آ جائے گا۔ اس کتاب کی شیخ صالح الفوزان، شیخ بن باز اور محمد بن صالح العثیمین رحمہم اللہ نے تشریح کرتے ہوئے کتابیں

لکھی ہیں، محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی کتاب " تسھیل علم الفرائض "کے نام سے موسوم ہے، عرب میں " الرحبیہ " کے نام سے (packet size) کتاب موجود ہے، ہندوستان میں السراجی کے نام سے کتاب موجود ہے، عرب اور ہندوستان کے مدارس میں یہ دو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

تاریخی اعتبار سے علماء و ائمہ کرام نے اور خاص طور سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر کافی توجہ دی، جس کے متعلق مفسرِ قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ: ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایک بھی صحابی ایسا موجود نہیں تھا جس کو حساب نہ آتا ہو ۔'' لیکن آج ہمارے پاس بڑے بڑے ریاضی داں، اور کاؤنٹس کے ماہرین statisticians موجود ہیں، مگر ترکہ کے حساب وکتاب سے نابلد ہیں۔

ایسے بہت سے علماء کرام بھی موجود تھے جو حساب میں بڑی ہی دقت محسوس کرتے تھے، بعض لوگوں کے لیے علم میراث مشکل ہو گا اور ہر شخص ہر میدان میں ماہر نہیں ہو سکتا۔

آج ہمارا تعلیمی نظام کچھ اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ ہمارے ریاضی دان statist, accountants اکاؤنٹس جاننے والے دنیا کو سودی نظام بتلانے کے لیے بڑا contribution کرتے ہیں، لیکن جب ان سے ترکہ کا سوال کیا جاتا ہے تو جواب دے نہیں پاتے۔ اور بہت سے علمائے کرام کو حساب نہ آنے کی وجہ سے بڑی ہی دقت اور دشواری ہوتی ہے۔

لیکن بہت سے ایسے علمائے کرام بھی موجود ہیں جو حساب کے ماہر ہیں، جنہوں نے علم کی برکت سے اپنا لوہا منوایا ہے، یہ

بن باز رحمہ اللہ ہیں جو آنکھ سے معذور ہیں مگر اس موضوع سے متعلق ان کی کتاب موجود ہے، یہ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ ہیں جن کو دیکھ کے ایسا لگتا ہے کہ دنیاوی معلومات سے بے خبر ہیں مگر اس موضوع سے متعلق ان کی کتاب موجود ہے، جب ان کی کتاب پڑھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ حساب کے اونچے فلک کو چھولیا ہے، یہ شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ ہیں جو کار کی ڈرائیونگ سے ناواقف ہیں لیکن جب حساب کا مسئلہ آتا ہے تو calculator سے پہلے حساب کر کے رکھ دیتے ہیں، یہ ہے علمِ دین کی برکت۔

جب ہم تاریخ اور احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو صحابہ کرام کے زمانے میں دو چیزیں نمایاں طور سے نظر آئیں گی:

1۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کھیل تیر اندازی تھا مگر آج ہمارے بچے ٹی وی، کمپیوٹر پر ایسی چیزیں کھیلتے ہیں جس

سے ان کے جسم کی نہ کوئی ورزش ہوتی ہے اور نہ ہی high calculation ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ اس زمانہ میں کھیل کا مطلب تیر اندازی ہوا کرتا تھا جس سے ٹارگیٹ تک پہنچنے کی طاقت پیدا ہوتی تھی اور جسم کے پٹھے مضبوط ہوتے تھے اور اس دوڑ دھوپ کی وجہ سے جسم کی کافی ورزش ہوا کرتی تھی۔

2۔ اور دوسرا یہ کہ اُس زمانہ میں کثرت سے فائدہ مند بات چیت ہوا کرتی تھی، آج کل ہمارے بچے اسکولوں میں فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ پر کثرت سے بات چیت کرتے ہوئے نظر آئیں گے کیونکہ لوگوں کو بات چیت کا بڑا شوق ہے جس کی وجہ سے آج سوشل میڈیا وغیرہ اسی لیے مشہور ہو رہا ہے اور جب بات چیت کرنے کا کوئی موضوع نہ ہو تو نتیجہ میں غیبت، چغلی اور ہر قسم کی لغو باتیں ہونے لگتی ہیں، لیکن صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بات چیت کا جائزہ لے کر دیکھیے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے سوال وجواب کرتے تھے جیسا کہ اپنے ساتھی سے سوال کرتے تھے کہ اگر فلاں اتنا ہو تو کتنا ملے گا؟ تو جواب دینے والا ساتھی بیٹھ کر حساب و کتاب کرتا ہوا نظر آتا ،یہ تمام اُس زمانے کی activities ہیں۔ کاش ہمارے دس سال کی عمر سے 20 سال کی عمر کے بچوں کو اگر ہم ان activities میں مشغول کر سکیں کہ بتاؤ اگر فلاں کا انتقال ہو جائے اور لڑکا اور لڑکی ہو تو کتنا حصہ ملے گا؟ اور اتنی جائیداد ہے تو ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ وغیرہ تو ہمارے بچوں کا وقت واہیات اور بیکار گفتگو کرنے میں نہیں جائے گا نیز ان کی ان ذہنی ورزش کے ساتھ علمی لیاقت میں بھی اضافہ ہو گا۔

ضرورت اس بات کی ہے، کہ ہم صحابہ کرام کی زندگیوں سے سبق حاصل کریں۔

ناحق کسی کی چیز ہڑپنے کی مذمت:

ترکہ کے مسائل کوئی عام مسائل نہیں ہیں بلکہ اس سے رشتہ داری اور حقوق جڑے ہوئے ہیں، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ، طُوِّقَهُ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

ترجمہ: ”جو کسی کی ناحق ایک بالشت بھی زمین ہڑپ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالیں گے۔“ (صحیح مسلم: 1610)

سبع ارضین کا مطلب:

شیخ بن باز رحمہ اللہ کے بقول لفظ "من سبع أرضین "(یعنی سات زمینوں کا طوق) کو اصل معنی میں لیا جائے یعنی کہ اللہ تبارک وتعالی اس کے گناہ اور اس کی حقیقت کو بہتر جانتے ہیں، علمائے کرام کہتے ہیں کہ ہڑپ کی ہوئی زمین جہاں تک وہ نیچے جا رہی ہے اس کو اللہ طوق بنائے گا اور ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا":

«أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ، كَلَّفَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ أَرَضِينَ، ثُمَّ يُطَوَّقَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ»

ترجمہ: ”جو کوئی ظلما کسی کی ایک بالشت زمین بھی ہڑپ کرلے گا تو ایسے شخص کو اللہ تبارک وتعالی کھودنے کا حکم دے گا یہاں تک کہ وہ ایسے سات زمینوں کو کھودے گا اور کھودی ہوئی مٹی کو اللہ تبارک وتعالی طوق بنا کر اس کے گلے میں

ڈالے گا تا آنکہ سارے انسانوں کے درمیان فیصلے ہو جائیں۔"(السلسلة الصحيحة:240)

اور ایک حدیث میں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينٍ كَاذِبَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ". قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : " { إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ }

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا مال جھوٹی قسم کھا کر مار لیا تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہو گا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر نبی کریم

ﷺ نے تصدیقاً قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کی: "إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله" بلاشبہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کو تھوڑی پونجی کے بدلے بیچتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے بات نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری: 7445)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ". فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : " وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ "

ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان آدمی کا حق قسم کھا کر مار لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا اور جنت اس پر حرام کر دے گا، ایک شخص نے آپ سے کہا: اگرچہ وہ معمولی سی چیز ہو؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: گرچہ وہ پیلو کی ایک ڈال ہو۔ (صحیح مسلم:137)

افسوس آج کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنی بیوی، بھائی بہن یا بزنس پارٹنر کا حق تلف کر بیٹھے ہیں، لہذا ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اس حدیث کو اچھی طرح سے ذہین نشین کر لیں تاکہ حق تلفی سے باز آجائیں۔

آج کے زمانے میں کوئی آدمی کسی دور کے آدمی کی زمین ہڑپ نہیں سکتا، یہ ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بہت بڑا اڈا کو بنا پڑے گا، اگر کوئی ایک اینٹ لمبائی میں رکھنے کے بجائے چوڑائی میں رکھ کر ایک

بالشت ہڑپ کرتا ہے تو اس کا نقصان یہ ہو گا کہ اس کو قیامت کے دن سات زمین تلک کھودنا پڑے گا، اور اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

قیامت کے دن جانوروں کے چرواہے جس کے وہ مالک ہیں اگر وہ اس کی زکاۃ نہ نکالیں تو وہی جانور اس کے سر پر ہو گا اور پیر مار رہا ہو گا اور سود خور قیامت کے دن پاگلوں جیسی حرکت کرتے ہوئے آئیں گے اور جو لوگ قتل کے ناپاک ارادے کرتے ہیں تو وہ لوگ مقتول کے سر کو پکڑے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہونگے اور جو شخص کسی کی ناحق زمین ہڑپے گا ان کے گلوں میں سات زمینوں کا طوق ڈال کر قیامت کے دن لایا جائے گا اس قدر ذلت کے ساتھ ان کا حشر کے میدان میں استقبال کیا جائے گا۔

وراثت میں حق مارنا: اس میں دوہرے گناہ کا ارتکاب کیا جارہا ہے: ایک دوسروں کا حق مارنا اور دوسرا قطع رحمی کرنا ہے، جس کے متعلق سورہ محمد آیت نمبر: 22,23 میں اللہ تبارک وتعالی فرمارہا ہے:

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ۔ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ۔ "

ترجمہ: ”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔“ (سورۃ محمد:47/22-23)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوق إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ القرناء"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(قیامت کے دن) حقداروں کو ان کا پورا پورا حق دیا جائے گا، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔(سنن ترمذی:2420)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ؛ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ .

ترجمہ: ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر

کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا مرتکب زیادہ لائق ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے دنیا میں بھی جلد سزا دی جائے اور آخرت کے لیے بھی اسے باقی رکھا جائے"۔(سنن ترمذی:2511)

اکثر علمائے کرام نے کہا کہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے حق تلفی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں فالج زدہ کردیا؛ جب انہوں نے حقداروں کے حقوق کو واپس کردیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بالکل صحت یاب اور اچھا کردیا۔

سعودی عرب کے ایک معزز خطیب خالد البدیر کہتے ہیں کہ:"میں بھی قسم کھاتا ہوں اور جس سے میں نے سنا ہے اس کی بھی قسم یاد دلاتا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ "ایک بھائی نے وراثت ہڑپ کرنے کی نیت سے تین بہنوں کو اپنے یہاں طلب کیا اور بہنیں حصہ کی امید لیے اس کے ہاں چلے آئیں تو

بھائی نے بہنوں کو حصہ کی امید دلاتے ہوئے کاغذات پر ان کے سائن signature لے لیے (ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ جب بھی ہم سائن کریں پہلے اس کو پڑھیں اور اللہ نے ہم کو جو علم دیا ہے اس کا استعمال کریں)، جیسے ہی بھائی نے بہنوں کی سائن لی تو اس نے کہا کہ تم سب یہاں سے دفع ہو جاؤ اور اب تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے، تو بہن نے دلبر داشتہ ہو کر پورے یقین کے ساتھ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور دعا کی اے اللہ! تو ہمیں ہمارا یہ حق عطا کر اور اس بھائی کو تو دیکھ لے، یہ کہہ کر بہن باہر کا رخ ابھی کرنے ہی والی تھی کہ اچانک بھائی پر فالج کا حملہ ہو گیا اور اس کو فوراً ہسپتال منتقل کیا گیا۔

پھر وہ بھائی اپنے دوست کو بلاتا ہے جو کہ ایک داعی دین تھا پھر مذکورہ واقعہ اس کے سامنے ذکر کرتا ہے تو داعی بہنوں کے حقوق کو واپس لوٹانے کا مشورہ دیتا ہے، وہ شخص

داعی کی بات مان کر وکیل کو نئے کاغذات کے ساتھ طلب کرتا ہے اور بہنوں کے حقوق لوٹا دیتا ہے جیسے ہی وہ اپنے بہنوں کے حقوق لوٹا دیتا ہے وہ فالج زدہ بستر سے صحت یاب ہو کر ایسے اٹھ کھڑا ہوتا ہے گویا کہ وہ اس سے پہلے کسی مرض میں مبتلا ہی نہیں تھا۔

خالد البدیر اس واقعہ کو سناتے ہوئے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جس داعی سے میں یہ بات نقل کر رہا ہوں وہ داعی بہت ہی سچ بولنے والا ہے اور اس نے بھی قسم کھا کر یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے جو رشتہ داریوں سے جڑا ہوا ہے۔

معاشرے کے دو کمزور لوگ:

معاشرے میں دو لوگ بہت کمزور ہیں: ایک بیوی، دوسری بہن۔

جب بیوی اپنا حق مانگنے کے لیے آتی ہے تو اس کے ہاتھ میں مہر تھما دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کو اپنا حصہ سمجھو، حالانکہ مہر اور حصہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

اور جب بہن اپنا حصہ مانگنے آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جہیز میں جو حصہ دیا گیا تھا دراصل یہی وہ حصہ تھا کہہ کر اس کو رفع دفع کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ جہیز غیر شرعی اور اسراف کا کام تھا جس کو تم نے دیا اور جب بہن حلال کا مطالبہ کر رہی ہے تو تم اس کو دینے سے انکار کر رہے ہو۔

ہماری ایسی قوم ہے جو بہن، بہنوئی اور بھانجوں کو حلال کھلانے کے بجائے حرام کھلانا چاہتی ہے، جب بنی اسرائیل نے ایسے ہی قوانین کی ہیر پھیر کی تو اللہ تبارک وتعالی نے کہا:

"وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ"

ترجمہ: ”یاد کرواے بنی اسرائیل! جب ہم نے تم سے پکا وعدہ لیا اور ہم نے تم پر طور پہاڑ کو بلند کیا اور کہا کہ ہم نے تم کو جو دیا ہے اس کو قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو، انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی، کہہ دیجئے اگر تم مومن ہو تو وہ کام برا ہے جسے کرنے کا تمہارا ایمان تمہیں حکم دیتا ہے۔“(سورۃ البقرۃ:2/93)

اللہ تبارک و تعالی اس امت محمدیہ پر رحم کھاتے ہوئے سروں پر پہاڑ کھڑا نہیں کیا؛ بنی اسرائیل، قوم عاد و ثمود کو جو عذابات و واقعات آئے اللہ نے اس امت محمدیہ کو اس

سے بچا لیا، لہذا ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے معاشرے کی برائیوں اور غلطیوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔

وراثت کو تقسیم کیسے کیا جائے؟

سب سے پہلے تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ کفن دفن کا خرچ نکالا جائے، پھر قرض کی ادائیگی کی جائے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ "

ترجمہ: "یہ تقسیم وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی۔" (سورۃ النساء:4/11)

آج کل لوگ میت پر رحم نہ کھاتے ہوئے ترکہ بانٹنے میں لگ جاتے ہیں، جب طلب کرنے والا آکر قرض کا مطالبہ کرتا ہے تو وارثین قرض ادا کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہتے

ہیں کہ یہ میت کا معاملہ ہے تم اس میت کو بد دعا دے دو مگر ہم دینے والے نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ

مذکورہ تقسیم کو کوئی بھی انسان بدل نہیں سکتا کیونکہ پہلے وضوء ہو گا پھر نماز ہو گی، اگر کوئی کہے کہ پہلے نماز پھر وضوء،، یعنی ترتیب بدلی نہیں جا سکتی، جو طریقہ بتایا گیا ویسا ہی عمل کرنا پڑے گا، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا سسٹم (نظام) بدلا نہیں جا سکتا، ٹھیک اسی طرح سے ترکہ کا مسئلہ بھی نہیں بدلا جا سکتا، اسی لیے اللہ تعالی بار بار الگ الگ طریقوں سے کہہ رہے ہیں:

" يُوصِيكُمُ اللَّهُ "ترجمہ: "اللہ تعالی وصیت کرتا ہے۔" (سورۃ النساء:4/11)

بلکہ یہاں تک کہا کہ:

"نَصِيبًا مَّفْرُوضًا" ترجمہ: "یہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے فرض کردہ نصیب ہے۔" (سورۃ النساء:4/7)

"فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ"ترجمہ:"اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے فریضہ ہے۔"(سورۃ النساء:4/11)

"تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ"ترجمہ:"یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے حدود ہے۔"(سورۃ النساء:4/14)

لہذا ان احکام پر عمل کرنے کی تاکید بڑی سختی کے ساتھ دی جارہی ہے چنانچہ ان کے ساتھ ہرگز کھلواڑ نہ کیا جائے، میت کے قرضے کو اور اس کی وصیت کو پورا کیا جائے، اس کے بعد ترکہ بانٹنے کا مسئلہ آتا ہے، مذکورہ تقسیم ہمیشہ ہمارے ذہن میں موجود رہنا ضروری ہے۔

وراثت کی تقسیم کے لیے آسان کیلکولیٹر

آج بہت سے ایسے آسان کیلکولیٹر ترکہ ایپ موجود ہیں جو اپ ڈیٹ ہوتے رہتے ہیں ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں علماء کی نگرانی میں ان شاء اللہ

قرض کا مسئلہ:

بعض لوگ قرض لینے کے بعد اس کی تفصیل اور ادائیگی کے متعلق نہ بیوی کو اس سے آگاہ کرتے ہیں اور نہ ہی ای میل پر ڈالتے ہیں۔

قرضہ اتنا ہی لیا جانا چاہیے جتنا کہ ادائیگی کی طاقت ہو یا آپ کے پاس سہولت ہو۔

آپ کسی کو اس سے باخبر کر دیں تاکہ اچانک قرض کی حالت میں انتقال نہ ہو جائے۔ جس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ جیسا کہ سنن ترمذی، سنن نسائی اور صحیح بخاری میں موجود ہے:

«نَفْسُ المُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ»

ترجمہ: "مومن کی روح لٹکی رہے گی اس کے قرض کے سبب یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔"

(سنن ترمذی:1078)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عن مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ قال: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ وَضَعَ رَاحَتَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا نُزِّلَ مِنَ التَّشْدِيدِ» فَسَكَتْنَا وَفَزِعْنَا، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، سَأَلْتُهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا هَذَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نُزِّلَ؟ فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيِيَ، ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ أُحْيِيَ، ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ»

ترجمہ: "محمد بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا، پھر فرمایا سبحان اللہ کتنی سختی نازل ہوئی؟ ہم لوگ خاموش رہے اور ڈر گئے، دوسرے دن میں نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایک شخص اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے گا، پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔" (سنن نسائی: 4688)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقروض شہید بھی ہو جائے تو اس کی مغفرت نہیں ہو گی جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی:

" عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: «هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟» قَالُوا: لاَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالَ: «هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» قَالَ: أَبُو قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ "

ترجمہ: ”سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا پس آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا پس آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھالو، ابو قتادہ رضی

اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے، پھر آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔"(صحیح بخاری:2295)

ترکہ کی تقسیم کا سروے:

ایک مرتبہ ایک عرب عالم دین نے سروے کیا کہ لوگ کس قدر ترکوں کا اہتمام کر رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ریسرچ سے پتہ چلا کہ صرف 12 فیصد لوگ اس کو جانتے ہیں اور اہتمام کر رہے ہیں، 88 فیصد لوگ ترکہ کے علم سے بے خبر ہیں، اگر ترکہ کا علم بھی ان کے پاس موجود ہے تو تب بھی وہ صحیح طریقہ سے بانٹ نہیں رہے ہیں، یعنی لوگ اس قدر اس سے غفلت برت رہے ہیں۔

قرآنی آیات کی روشنی میں وراثت کی تقسیم:

وراثت میں ہر قریبی رشتہ دار کا حق ہے:

اسلام میں ہر مستحق رشتہ دار کو اس کا حصہ برابر انصاف کے ساتھ دیا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر 7 میں ذکر ہے:

"لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا "

ترجمہ: "مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں (یہ چھوڑا ہوا مال) تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اس میں ہر ایک کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔" (سورۃ النساء:4/7)

اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ بتایا جارہا ہے کہ یہ حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے جیسا کہ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ فرض ہیں، یعنی تمام کے لیے دوسرے مسائل کی طرح ان مسائل کا جاننا بھی فرض ہے اور یہ صرف عالم کے لیے خاص نہیں ہے۔

جان لو اگر ہم علم حساب پڑھے ہوئے ہیں اور کل قیامت کے دن یہ عذر پیش کریں کہ ہم نہیں جانتے تھے تو عوام الناس سے سوال کیا جائے گا کہ حساب account, LCM, Algebra کی تعلیم کیسے حاصل کیے؟ اگر ہم کو divide کرنا آتا ہے تو کیا صرف ہم نے یہ تعلیم مال بنانے کے لیے حاصل کیا اور پڑھا؟ پھر ترکہ میں حصہ کون دے گا؟

خدانخواستہ اگر کل کے دن بہن رو کر بد دعا کر دے تو ہماری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گی اور آپ ﷺ

نے مظلوم کی بدعا سے بچنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ فورا قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ، الإِمَامُ العَادِلُ، وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ، وَدَعْوَةُ المَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الغَمَامِ، وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ"

ترجمہ: ”تین لوگوں کی بدعا کبھی رد نہیں کی جاتی: انصاف پسند حاکم اور روزے دار جب وہ افطار کرے اور مظلوم کی بدعا، اللہ اس کو بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالی کہتے ہیں میری عزت کی قسم ضرور میں تیری مدد کروں گا اگرچہ کہ بعد میں ہی سہی۔“

(سنن ترمذی:2526)

اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِتّقُوا دعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ كَانَ كَافِرَاً فَانَّهَا لَيسَ دُوْنَهَا حِجَاب"

ترجمہ: ”مظلوم کی بدعا سے بچو اگرچہ کہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، بے شک اس کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہو گی۔“ (سلسلہ صحیحہ: 767، مسند احمد: 12571)

غور طلب بات ہے کہ جب اللہ تعالی کافر کی مدد کرے گا تو بدرجہ اولیٰ سگی بہن کی کیوں مدد نہیں کرے گا؟

وراثت کی تقسیم کے وقت دور کے رشتے دار، یتیم اور مسکین کا خیال رکھنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں:

"وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا"

ترجمہ: ”اور جب تقسیم کے وقت حاضر ہوں دور کے رشتے دار، یتیم اور مسکین تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔“(سورۃ النساء:4/ 8)۔

اسی طرح جب آدمی مریض ہوتا ہے تو کئی لوگ جیسے: پوتے، نواسے وغیرہ مدد کرتے ہیں؛ شرعی اعتبار سے جب حصہ کی تقسیم ہوتی ہے تو چند کو ملتا ہے سب کو نہیں ملتا، اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ ایسے وقت میں جو لوگ ساتھ ہوں گے ان کا بھی تم خیال رکھو، حصہ لے کر ایسے مت نکلو کہ کسی کو دکھ کے موقع پر شریک کرلیا اور سکھ کے موقع پر الگ کرلیا، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اچھے مومن کی نشانی یہ ہے کہ دکھ میں کام آنے والے تمام کو بانٹتا ہے۔

اور اسی طرح سے اگر باپ کی زندگی میں ایک بیٹا مر گیا تو ایسی صورت میں جو زندہ بچے ہیں انہی کو حصہ ملے گا، اور جو بیٹا باپ کی زندگی میں فوت ہو چکا تھا عام طور سے اس کے

اہل و عیال کو محروم کر دیا جاتا ہے، علمائے کرام کہتے ہیں کہ اس کا بھی حل یہاں پر موجود ہے، مثال کے طور پر دادا دیکھے کہ اس کے جانے کے بعد اس کے پوتے کو نہیں ملے گا، جب مال تقسیم ہو گا تو میرا پوتا دیکھ کر افسوس کرے گا اور دل ہی دل میں یہ سوچ رہا ہو گا کہ آج میرے والد بھی زندہ ہوتے تو مجھ کو بھی حصہ ملتا، گویا کہ غم کے اندر غم والی بات ہے۔ اسی لیے مذکورہ آیت میں کہا جا رہا ہے کہ ایسے وقت میں اس طرح کے لوگوں کا خیال رکھیں۔ جو لوگ قریبی ہوں گے ان کا بھی تم خیال رکھو:

"وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا"

ترجمہ: ”اور جب تقسیم کے وقت حاضر ہوں دور کے رشتے دار یتیم اور مسکین تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔“ (سورۃ النساء:4/ 8)۔

وصیت کا مسئلہ:

کوئی شخص ایسی وصیت نہ کرے جس سے وارثوں کو نقصان ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا"

ترجمہ: "اور لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ مرتے وقت اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑ جائیں تو انہیں ان کے بارے میں کتنی فکر ہو گی چنانچہ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور سیدھی بات کہنی چاہیے۔"(سورۃ النساء:4/9)

اس آیت میں بتایا جارہا ہے اگر مرنے والا یہ بھانپ لے کے بعد والے لوگ نہیں دیں گے تو پھر اللہ تبارک و تعالی کے بقول یہ وصیت کا سلسلہ جاری ہو گا، مگر وصیت وارثوں کے لیے نہیں ہو گی:" لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ" ترجمہ: "یعنی

وارثوں کے لیے وصیت نہیں ہے ۔" (سنن ابوداؤد
:3565)

وصیت کی مقدار 1/3 سے تھوڑا کم ہونا چاہیے جیسا کہ آپ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جن کی ایک بیٹی تھی اور وہ اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ نے انہیں منع کیا اور فرمایا:

"الثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ"

ترجمہ: "ایک تہائی حصہ بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ کر جاؤ بہتر ہے اس سے کہ تم انہیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔" (صحیح بخاری:5354)

بعض لوگ جذبات میں آکر اپنے تمام مال کو خیرات کر دیتے ہیں جو کہ ناجائز اور گناہ ہے۔ خاص طور سے نافرمان

بچے کو محروم کرنے کی نیت ہے تو وہ شخص بھی گنہگار ہو گا اور نافرمان بچہ بھی گنہگار ہو گا اپنی نافرمانی کی وجہ سے، ایسا شرعاً ناجائز ہے۔

یتیم کا مال ہڑپنے کی مذمت:

اکثر آج کل ہمارے معاشرے میں یتیموں کا مال ہڑپ لیا جاتا ہے، ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا گیا:

"إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا"

ترجمہ: "یتیموں کا مال جو ہڑپ کرتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں ایسے لوگ بہت جلد جہنم میں پھینکے جائیں گے۔" (سورۃ النساء:4/10)

وراثت کی تقسیم کا تفصیلی بیان:

تقسیمِ وراثت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ
ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ
وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن
كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ
فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ
مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ
وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا
فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔
وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ
وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْدَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ
مِمَّاتَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌفَإِنْ كَانَ لَكُمْ
وَلَدٌفَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّاتَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً
أَوِامْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْأُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ

فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ "

ترجمہ: ”اللہ تعالی تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے؛ مرد کا ایک حصہ عورتوں کے دو حصے کے برابر ہے، پھر اگر دو یا دو سے زیادہ عورتیں ہی ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں دو تہائی حصہ ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے، اور اس مرنے والے کے ماں باپ کے لیے ترکے کا چھٹا حصہ ہے، اگر ان کی اولاد ہو، پھر اگر اولاد نہ ہو تو اس کے ماں باپ ہی وارث ہوں گے اور ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس مرنے والے کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، یہ تقسیم اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہو گی، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے نہیں جانتے کہ ان میں سے کون نفع کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے، یہ تقسیم اللہ کی طرف سے مقرر

ہے، بے شک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور تمہارے بیویوں کے ترکہ میں تمہارا آدھا حصہ ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھا حصہ ہے، یہ تقسیم ان کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکے میں تمہاری بیویوں کا چوتھا حصہ ہے، پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکے میں ان کا آٹھواں حصہ ہے، یہ تقسیم تمہاری وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی، اور اگر وہ آدمی جس کا ورثہ تقسیم کیا جارہا ہو اس کا بیٹا ہو نہ باپ ایسی ہی عورت کو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر ان کی تعداد ااس سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی حصہ میں شریک ہوں گے، یہ تقسیم ان کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی، جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو، یہ اللہ کی طرف

سے تاکید ہے، اللہ خوب جاننے والا بڑے حوصلے والا ہے۔(سورۃالنساء:4/12-11)

مزید فرمایا:"تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ"

ترجمہ:"یہ اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے آگے نکلے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"(سورۃ النساء:4/14-13)

دنیا کے ایک دو گھروں کی خاطر آخرت کی جنتوں سے محروم رہنے والا شخص بے وقوف ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدوں کو پھلانگے گا اور جو چاہے کرے گا ، اللہ تعالی ایسے شخص کو جہنم میں داخل کرے گا لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس آیت میں لفظ " أَبدا " کا استعمال نہیں کیا، کیونکہ وہ مسلمان ہیں کبھی نہ کبھی وہ لوٹ کر جنت میں آئیں گے۔

غرض یہ کہ بعض لوگ سیدھے جنت میں جانے کی پلاننگ کر رہے ہیں تو بعض لوگ ایک ناحق گھر کے حصول کے عوض میں جہنم جانے کے لیے تیار ہیں۔ میرے بھائیو اگر محنت کریں گے تو اللہ تبارک تعالی ضرور ایک گھر نہیں، دس گھر دے گا، کیوں دوسروں کا حق مار کے جہنم میں جانے کی کوشش کر رہے ہو؟ بلکہ ہماری کوشش سیدھے راستہ پر چل

کے جنت حاصل کرنے کی ہونی چاہیے، مذکورہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔

علمائے کرام کے بقول قرآن میں نماز کے اس قدر مسائل نہیں ملتے جس قدر ترکہ اور علم الفرائض کے ملتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم تمام کو قرآن مجید، صحیح احادیث اور شریعت کی گہرائی میں غوطہ زن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: اگر آپ اس بیان کو ویڈیو کی شکل میں سننا اور دیکھنا چاہتے ہیں تو برائے مہربانی اس لنک پر کلک کریں

https://www.youtube.com/watch?v=9uj_zHckBNA&feature=youtu.be

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھے حقوق

عناصرِ خطبہ

تمہید

پہلا حق: " إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ " ”جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کرنا“

سلام کی فضیلت

سلام کے آداب

پہلا ادب: بڑا چھوٹے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے

دوسرا ادب: فون پر گفتگو کیسے کریں؟

تیسرا ادب: سلام کرتے ہوئے الفاظ صحیح ادا

کرنا

سلام کے بعض مسائل

پہلا مسئلہ: سلام کرنا مستحب ہے اور جواب

دیناواجب ہے

دوسرا مسئلہ: بڑی جماعت میں سے چند لوگوں

کا سلام کا جواب دینا کافی ہے

دوسرا حق: "وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ" "جب وہ
دعوت دے تو قبول کرنا"

دعوت کے معنی اور اس کے اقسام

ا۔ ولیمے کی دعوت ۲۔عام دعوت

تیسرا حق:"وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ"

”جب وہ نصیحت طلب کرے تو نصیحت کرنا“

اگر کوئی مشورہ نہ پوچھے تو کیا اسے بھی مشورہ

دیں؟

دوسروں کی مدد کرنا اور صحیح مشورہ دینا خیر

خواہی ہے

ایک مسلمان کی عزت کی حفاظت کرنا بھی خیر

خواہی ہے

چوتھا حق : "وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ

فَشَمِّتْهُ" ”جب وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں

یرحمک اللہ کہنا“

پانچواں حق: "وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ" ”جب وہ بیمار

ہو جائے تو عیادت کرنا“

عیادت وتیمارداری کی فضیلت واہمیت

پہلی فضیلت

دوسری فضیلت

عیادت کے آداب

چھٹا حق:" وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ "”جب وہ وفات پاجائے تو جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا“

تمہید

ایک مسلمان پر دو طرح کے حقوق عائد ہوتے ہیں،
ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد، اور ان دونوں حقوق کی
ادائیگی مسلمان پر ضروری ہے۔

یہ ایک طرح سے المیہ ہی ہے کہ دورِ حاضر کے
مسلمان جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کمی بیشی کے مرتکب
ہیں وہیں حقوق العباد سے بھی یکسر غافل ہیں، ایک عام مسلم
نوجوان بنیادی حقوق اور تعلیمات سے اس قدر نا آشنا ہے کہ
وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کی نمازِ جنازہ کی امامت کے قابل
نہیں پاتا، حتی کہ بسا اوقات وہ نمازِ جنازہ پڑھنے سے بھی عاجز
ہوتا ہے کیونکہ وہ نماز جنازہ کے طریقے اور اس کی دعاؤں تک
سے لاعلم ہوتا ہے۔

ہم اپنی عمر کے 30، 40، 50 سال کے مرحلے کو پہنچ
چکے ہوتے ہیں لیکن کبھی ہمیں ان دعاؤں کو یاد کرنے کی

توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اکثر نوجوانوں سے میں سوال کرتا ہوں کہ اگر تمہارے والد کا انتقال ہو جائے تو کیا تم یہ پسند نہیں کروگے کہ آخری سفر پر روانہ کرتے ہوئے تم اپنے باپ کی نمازِ جنازہ پڑھاؤ؟ اور نمازِ جنازہ کی پر خلوص اور خوبصورت دعاؤں کے تحفے کے ساتھ انہیں رخصت کرو؟ نوجوان یہ سن کر افسوس کرتے ہیں، رو پڑتے ہیں۔

ہم ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے حقوق کی ادائیگی کی کیا بات کریں!!! آج سگے بھائی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر رہے ہیں، سگے بھائیوں کو تو چھوڑیے بیٹا اپنے باپ کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے!!!

دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر شعور اور احساسِ ذمہ داری ختم ہوگئی ہے، سوشل لائف Social Life کا مطلب ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم ایک ہوٹل میں جمع ہوں اور دوستوں کے ساتھ چائے پیتے ہوئے رات گزار دیں،

شہر حیدرآباد کے پرانے شہر میں نوجوان بچے گلیوں کے نکڑوں پر اپنا وقت ضائع کرتے ہوئے پولیس کے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں اور جب ہم ان پولیس والوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں؟ پہلے اپنی کمیونٹی کے بچوں کو سمجھائیے ۔

کبھی ہمیں نئے شہر سے یہ خبریں ملتی ہیں کہ مسلم نوجوان بچے رات رات بھر سڑکوں پر اپنی کاریں اور موٹر سائکلیں دوڑاتے پھرتے ہیں، کیاان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے یا غیر مسلم بھائی کے حقوق معلوم ہیں؟ ہوسکتا ہے ان کی اس حرکت سے کوئی حادثہ ہوجائے، تو اس طرح کیا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنے کا نام ہی سوشل لائف Social Life ہے؟!! کیا سوشل لائف Social Life کامطلب یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی غیبت سے اپنی

محفلوں کو آباد کریں ؟ ایک دوسرے کے خلاف چغلخوری کریں؟ اور گناہ کما کر اپنے گھروں کو لوٹیں؟ کیا اسی لیے ہمیں جوانی ملی ہے ؟ کیا اسی لیے ہم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ صحت اور تندرستی دی ہے ؟ کیا اس طرح کے لہو لعب اور فضول مشغولیات میں صرف کرنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں مال و دولت سے نوازا ہے؟

جب ہم ان تمام چیزوں پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کا علم نہیں ہے، ہم نے اس حدیث شریف کو نہ ہی پڑھا اور سمجھا ہے جس میں حقوق العباد کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، آج اس بات کی ضرورت ہے کہ اس حدیث کو Highlight کیا جائے، اس کی معنویت اور مقصدیت کو لوگوں کے ذہن نشین کیا جائے، بالخصوص نوجوان لڑکے لڑکیوں کی تربیت ان اسلامی اصولوں کے تحت

کی جائے کہ اسلام میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق عائد ہوتے ہیں۔

ان میں سے چند حقوق بتانے کے لیے میں آپ کے سامنے ایک عظیم حدیث کو پیش کروں گا، کیونکہ اس کے اندر چھ ایسے بنیادی حقوق بتائے گئے ہیں کہ اگر آدمی اس کی Practicee کرے گا تو باقی حقوق ادا کرنے میں اس کو بہت مدد ملے گی اور وہ ان کو آسانی سے ادا کر سکے گا۔

اگر ہم اسلامی تعلیمات پر غور کریں تو ہمیں اس میں مختلف الگ الگ مادے اور Subjects ملیں گے، جیسے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات وغیرہ۔ آدمی اگر عقیدے میں اچھا اور عبادات میں کمزور ہو یا عقیدے میں اور عبادات میں اچھا ہو لیکن معاملات میں خراب ہو تو وہ بیکار ہے کیوں کہ عقیدے کا تعلق اس کے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان کا ہے اور عبادات کا تعلق بھی حقوق اللہ سے ہے، لیکن معاملات

کا تعلق براہ راست بندوں سے ہے۔ اور اخلاقیات کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہے۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور بندوں کے حقوق دونوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔

میں آپ کے سامنے جو حدیث رکھنے جارہا ہوں اس میں چھ بنیادی حقوق بتائے گئے ہیں اور اگر کوئی آدمی ان چھ چیزوں پر عمل کرے گا تو اس آدمی کو اس چیز کی عملاً Practice ہو گی کہ وہ اپنے علاوہ دوسروں کے بارے میں بھی سوچے گا، نہ خود غرض ہو گا اور نہ اپنے مفاد کی خاطر اوروں کا نقصان کرے گا۔ اسلام امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے، قتل تو دور کی بات ہے وہ کسی کے پیٹھ پیچھے غیبت اور چغل خوری بھی کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ جس اسلام نے پیٹھ پیچھے برائی کرنے اور چغلخوری کرنے کو حرام قرار دیا ہو وہ دہشت گردی کی تعلیم کیونکر دے گا،

الغرض اسلام کا دہشت گردی سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں ہے۔

بہر کیف چلیے میں آپ کو وہ عظیم حدیث سناتا ہوں ،ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"حقُّ المسلمِ على المسلمِ ستٌّ. قيل: ما هنَّ؟ يا رسولَ اللهِ ﷺ قال: إذا لقِيتَه فسلِّمْ عليه. وإذا دعاك فأَجِبْه. وإذا استنصحَك فانصحْ له. وإذا عطِس فحمِدَ اللهَ فشَمِّتْهُ وإذا مرِضَ فعُدْهُ. وإذا مات فاتَّبِعْهُ"

ترجمہ:" ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھے حقوق ہیں۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ؟ تو نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا جب تم اس سے ملاقات کرو تو سلام کیا کرو، جب وہ تمہیں دعوت دے تو

اسے قبول کرو، جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کرو ، جب وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہو، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شریک رہو۔"(صحیح مسلم:2162)

1۔پہلا حق:"إذا لِقيتَه فسلِّمْ عليه "جب تم اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرو تو سلام کیا کرو

سلام کی فضیلت:

سلام کرنا سنت ہے اس سے نفرتیں اور عداوتیں ختم ہوتی ہیں اور لوگوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ ایمان نہیں لاؤ گے اور پورے مومن نہیں بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہیں کرو گے، کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جب تم اس پر عمل کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے وہ یہ ہے کہ آپس میں ہر ایک آدمی کو سلام کیا کرو۔(صحیح مسلم:54)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ "

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحمن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو اور اسے پھیلاؤ، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔(سنن ترمذی::1855)

معلوم ہوا کہ سلام گھر میں خیر و برکت کی کثرت کا سب سے بہترین نسخہ ہے، بہت افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو سلام جیسی چیز کو چھوڑ کر خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی خیر و برکت اور سلامتی سے محروم رکھتے ہیں، ہو سکتا ہے ایسے لوگ اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنے میں اپنی سبکی محسوس کرتے ہوں، اس لیے گھر میں آتے جاتے سلام ضرور کرنا چاہیئے تا کہ سلام کی خیر و برکت سے محروم نہ رہیں۔

صرف " السَّلَامُ عَلَيْكُمْ " کہنے کے بجائے اس کے علاوہ بھی مزید الفاظ کہنے سے ثواب بھی بڑھتا ہے جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَشْرٌ» ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: «عِشْرُونَ» ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: «ثَلَاثُونَ»

ترجمہ:" نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ " **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ** "تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا اور کہا " **عَشْرٌ** " پھر دوسرا آدمی آیااور اس نے مزید الفاظ بڑھائے کہا" **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ** " تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا اور کہا" **عِشْرُونَ** " پھر تیسرا آدمی آیااور اس نے کہا کہ " **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ** "تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا جواب دیااور فرمایا" **ثَلَاثُونَ** "۔" (سنن ابو داوٗد:5195)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتاہے کہ اگر آپ صرف " **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ** " کہتے ہیں تو صرف دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اگر آپ ساتھ میں " **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ** " کہتے ہیں تو

بیس نیکیاں ملتی ہیں ، لیکن اگر آپ "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ" کہتے ہیں تو آپ کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

کیا سلام میں لفظِ "وَمَغْفِرَتُہٗ" اور "وَرِضْوَانُہٗ" حدیث سے ثابت ہے؟

بعض لوگ سلام میں "وَمَغْفِرَتُہٗ" لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لفظ صحیح Authentic حدیث سے ثابت نہیں ہے دیکھئے:(سلسلة الأحاديث الضعيفة:5433)۔

اسی طرح بعض روایتوں میں لفظِ "وَرِضْوَانُہٗ" کا اضافہ بھی ہے مگر وہ بھی ضعیف جدا (بہت ہی زیادہ ضعیف) ہے دیکھئے: "زاد المعاد "(2/418) لہذا علماء کرام نے اس کو بدعت کہا ہے۔ جیسا کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ."

ترجمہ: ”جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی دین میں نیا عمل نکالے) تو وہ مردود ہے ۔“ (صحیح مسلم:1718)

لہذا آپ کو "وَمَغْفِرَتُہُ" کہنے کی اجازت نہیں ہے، یہ لفظ جس حدیث میں آیا ہے وہ ابو داود کی روایت ہے جس کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔اسی طرح "وَرِضْوَانُہُ" بھی۔

آیئے اب ہم دیکھیں گے کہ سلام کے آداب کیا ہیں؟:

سلام کے آداب

پہلا ادب: بڑا چھوٹے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے:

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ، وَالمَارُّ عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ»

ترجمہ: ”چھوٹا بڑے کو سلام کرے ،چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے ،اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔“(صحیح بخاری:6231)

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے غرور کو بالکل توڑ کرر کھ دیاہے۔ کیونکہ اگر ایک آدمی کے پاس سواری ہو تو اس کی سواری کو دیکھ کر لوگ سلام کرتے ہیں، اسی طرح چھوٹی جماعت کو سلام کرتے ہیں لیکن اسلام کی تعلیمات اس کے بر عکس ہیں سوار پیدل کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔

دوسرا ادب: فون پر گفتگو کیسے کریں؟

فون کرنے والا سلام کرے، فون اٹھانے والا سلام کا جواب دے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک آدمی کو فون کیا اور ایک لڑکی نے فون اٹھایا تو البانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے ابو ہیں؟ تو اس لڑکی نے کہا نہیں ہیں، تو البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر آپ کے ابو آئیں تو ان سے کہیں کہ آتے ہی مجھ سے بات کریں۔ جب اس لڑکی کے والد آئے اور البانی رحمہ اللہ کو فون کیا تو البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ تم نے تمہاری لڑکی کو غلط تعلیم دی ہے، جب میں نے فون کیا تو اس نے فون اٹھاتے ہی سلام کر دیا جب کہ میں نے فون کیا تھا تو سلام کرنا میرا حق ہے، اس نے میرا حق چھین لیا۔

اس معاملے میں فون کرنے والا گویا کہ دروازہ کھٹکھٹانے والے کی طرح ہے اور دروازہ کھٹکھٹانے والے کے

بارے میں شریعت کی یہ تعلیم ہے کہ وہ گھر والوں پر سلام کرے۔

تیسرا آدب: سلام کرتے ہوئے الفاظ کا صحیح ادا کرنا:

بہت سارے لوگ لفظ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے بلکہ وہ "سَامُ عَلَیْکُمْ" کہتے ہیں جبکہ "سَامُ" کے معنی موت کے ہیں۔یہودی آپ کو ایسے ہی سلام کرتے تھے آپ جواب میں انہیں وعلیک کہہ دیتے تھے۔

لوگوں سے اچھے تعلقات بنانے کے لیے اچھے اور پیارے طریقے اپنائیں ۔ اس کو behavior Management کہا جاتاہے،اسی طرح اس کو Moral Value or System یاپھر Social etiquette or Values بھی کہاجاتاہے اور ہم اس کو سلام کے ذریعہ سے Social etiquette or Values فروغ دے سکتے ہیں۔

سلام ایک بڑی بہترین دعا ہے اور ہم آگے والے کو اس سے بہتر دعا تو نہیں دے سکتے۔ جب ہمارے اسلام کی عقیدے اور عبادات کی بنیاد میں ہی امن کا عنصر ہے تو پھر ہماری سوشل لائف Social Life میں بھی امن وشانتی کا عنصر کیوں نہ ہو؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سوشل لائف Social Life کو بنانا یا تعلقات کو استوار کرنا بھی ایک فن ہے اور یہ فن ہر ایک کو نہیں آتا۔ ایسے بھی ہم دنیا میں بہت سارے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے مالدار ہوتے ہیں جن کے پاس بہت سارا مال اور دولت ہوتی ہے اور لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مال ودولت ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن ان مالداروں کی سوشل لائف Social Life اچھی نہیں رہتی، نتیجہ میں وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور مایوسی ان کے دل میں

جگہ بنالیتی ہے اور کبھی کبھی تو بات خودکشی تک پہونچ جاتی ہے
۔

بعض مالداروں کی شکایت ہوتی ہے کہ لوگ مجھے عزت نہیں دیتے اور لوگوں سے ہمیں محبت نہیں مل رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا behavior Management صحیح نہیں ہے اور معاملات میں اخلاق کی کمی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے برعکس بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس نہ پیسہ ہوتا ہے اور نہ کوئی جائداد لیکن لوگ ان کو بہت پسند کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کو دعوت دے کر بلاتے ہیں کیونکہ ان کا behavior Management بڑا بہترین ہوتا ہے۔ جب وہ لوگوں سے ملتے ہیں تو مسکراتے ہوئے ملتے ہیں، جب بھی وہ لوگوں سے ملتے ہیں تو سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب بھی وہ کسی آدمی کو فون کرتے ہیں تو کھلے الفاظ میں " اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ

وَبَرَكَاتُهُ " کہتے ہیں۔ اور جب ان کو کوئی آدمی فون کرتا ہے اور سلام کرتا ہے اگر وہ کسی پریشانی میں ہوں یا پھر مایوس اور غمزدہ ہوں لیکن ان سے بات کرنے کے بعد وہ بڑی بشاشت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

لیکن بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی بے چارہ بڑی خوشی اور دلچسپی کے ساتھ فون کرتے ہوئے کھلے الفاظ میں "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ " کہتا ہے تو وہ بڑی بے زارگی یا پھر غصہ کے لہجے میں آہستہ سے "وَعَلَيْكُمُ السَّلَام" اور پھر جلدی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بولیے کیا کام ہے؟ تو آدمی سمجھتا ہے کہ بھائی بڑے غصے میں دکھ رہے ہیں تو بات کرنے سے پہلے ہی فون کاٹ دیتا ہے۔

اگر آپ کو کسی نے فون کیا تو آپ یہ مت دیکھئے کہ وہ غریب ہے، کم مرتبے والا ہے یا کم پڑھا لکھا ہے۔ اس کے

برعکس آپ یہ سوچیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس تقوی میں وہ ہم سے زیادہ بہتر ہو سکتا ہے۔ اور اگر آج وہ ہم سے کمتر ہے تو کیا ہوا وہ مستقبل میں ہم سے آگے نکل سکتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کو چاہے ترقی دے سکتا ہے۔ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی امت میں سے ایک امتی ہے ۔ آپ کتنے بھی مصروف ہوں، جب آپ نے فون اٹھایا ہے تو پھر آپ کو سلام کا جواب اچھے طریقے سے دینا چاہیے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَاذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا"

ترجمہ:" اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دیا کرو یا وہی الفاظ واپس لوٹا دو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔"(سورة النساء:4/86)

ایک واقعہ:

مدینہ یونیورسٹی کے ایک بزرگ استاذ تھے۔ ان کو ہر کوئی بہت پسند کرتا تھا، اساتذہ اور طلبہ دونوں بھی بہت پسند کرتے تھے۔ ہم نے ان سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ شیخ آپ تمام میں بہت مقبول ہیں ایسا کیا کرتے ہیں کہ آپ کو ہر کوئی بہت پسند کرتا؟ انھوں نے کہا کہ سب سے پہلی بات میں یہ بتادوں کہ میں نے یہ محبت پیسہ دے کر نہیں خریدی ہے بلکہ میں سلام کرنے میں پہل کرتا ہوں اور جہاں بھی انا اور تکبر کی بات آجائے تو میں اپنی انا اور تکبر کو توڑ دیتا ہوں اور عاجزی اختیار کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی مجھ کو سلام کردے تو میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ اس کو اچھے سے اچھا جواب دے سکوں ۔مثال کے طور پر سامنے والے نے صرف اتنا کہا "**السَّلَامُ عَلَيْكُمْ**" تو میں بڑی دلچسپی اور محبت بھرے لہجے میں پھرتی کے ساتھ " **وَعَلَيْكُمْ السَّلَام وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ** "کہتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ بھائی کیسے ہیں آپ؟

غرض یہ کہ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دینے کی
کوشش کریں اور سلام کرنے والے کی خیر وعافیت دریافت
کریں اور بارک اللہ، حیاک اللہ وغیرہ کہہ کر دعائیں دیں
۔آپ اس کو معمولی نہ سمجھیں کیونکہ اس میں اتنا بڑا فن چھپا
ہوا ہے کہ آج اس فن کو بعض لوگ Personality
Development کے نام پر لاکھوں روپیے لوٹ رہے ہیں
۔شہروں میں تو اس کی مارکیٹ بہت اچھی چل رہی ہے جس
میں لوگوں سے ملنے اور ان سے بات کرنے کے طریقے
سکھائے جاتے ہیں، ان سے بات کی شروعات کیسے کرنی
چاہیے؟، ان سے کس طرح deal کرنا چاہیے؟ اگر سامنے والا
ٹیڑھی بات کرتا ہے تو اس کو کیسے respond کرنا چاہیے؟ نیز
کیسے اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے سامنے والے کی جیب
سے پیسے نکالنے چاہیے؟، لیکن اسلام میں جو Personality
Development ہے اس کا مقصد سامنے والے کے دل

میں اپنی محبت ڈالنا ہے۔اور یہ کام بھی محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے یہ سب کچھ کرتا ہے تو یہ محنت اور محبت دونوں کل قیامت کے دن آدمی کو ان سات خوش نصیبوں میں شمار کرے گی جن کو عرش کے نیچے سایہ نصیب ہو گا۔

سلام دوستی کا پہلا تحفہ ہے، یہ دل کھولنے کی چابی heart opener ہے۔یہ سوشل لائف Social Life کا گولڈن روول Golden Rule ہے۔اس پر عمل کرکے دیکھئے آپ کو تھوڑے ہی دن کے اندر معلوم ہو گا کہ آپ کے بارے میں جو بھی غلط فہمی رکھتا ہے وہ سب بھول کر آپ کا جگری دوست بن جائے گا۔

سلام کے بعض مسائل:

پہلا مسئلہ: سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دیناواجب ہے

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں سے ایک اہم حق سلام کرنا اور اس کا جواب دینا ہے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دیناواجب ہے۔ یعنی اگر سلام کا جواب کوئی جان بوجھ کر دشمنی، کینہ کپٹ یا نفرت وعداوت کی وجہ سے نہیں دیتاہے تو وہ ترک واجب کا مرتکب ہوگا اور گنہگار ہوگا۔

دوسرا مسئلہ: سلام کا جواب چند لوگوں کا دینا کافی ہے:

اگر کسی نے ایک جماعت پر سلام کیا ہے تو پوری جماعت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کا جواب دے بلکہ جماعت کے چند لوگوں کا جواب دینا کافی ہے۔ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ یعنی اگر چند لوگ اس کو ادا کریں تو وہ تمام کی

طرف سے کافی ہوجاتا ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ اور تدفین و تکفین وغیرہ کا معاملہ ہے۔

2.دوسرا حق:"وإذا دعاك فأَجِبْه "جب تم کو کوئی مسلمان بھائی دعوت دے تو اس کو قبول کرو:

آیئے سب سے پہلے ہم دعوت کا معنی اور اس کے اقسام جانتے ہیں۔

دعوت کے معنی بلانے کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ولیمے کی دعوت

2۔عام دعوت

ا۔ولیمے کی دعوت:

علمائے کرام کہتے ہیں کہ اگر کوئی ولیمہ کی دعوت کو پوری توجہ کے ساتھ دعوت دے،اور یہ کہے بھائی ضرور آنا،

مجھے تم سے بہت محبت ہے اور اگر آپ نہیں آئیں گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ اتنا سب کچھ کہنے کے بعد یہ دعوت آپ پر واجب ہو جاتی ہے، آپ کو اس کی محبت کی لاج رکھتے ہوئے جانا چاہیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ولیمہ کا وہ کھانا بدترین کھانا ہے جس میں صرف مالداروں کو اس کی طرف دعوت دی جائے اور محتاجوں کو نہ کھلایا جائے اور جس نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری::5177)

2۔ عام دعوت: اگر کوئی آپ کو عام اور رسمی طور پر دعوت دیتا ہے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا واجب نہیں ہے ایک دوسرا قول بھی ہے کہ واجب ہے۔

لیکن ولیمے کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے اور یہ ایک مسلمان کا حق ہے، اگر آپ کو کوئی ضروری کام آجائے تو اچھے طریقے سے معذرت کر لینا چاہیے۔ کیونکہ ولیمے کی دعوت بعض علماء کے مطابق واجب ہوتی ہے، ایک آدمی آپ کو دعوت دے رہا ہے اگر آپ اس کو ٹھکرا دیں تو بہت ہی بری بات ہوگی جس سے اختلافات ہوں گے، اور یہ چیز Social abdicates or Values کے لیے سم قاتل ہے۔

اگر اس ولیمہ میں غیر شرعی کام ہوتے ہیں جیسا کہ ناچ گانا، یا پھر موسیقی، یا مرد وزن کا آزادنہ اختلاط، تو ایسی صورت میں پھر یہ واجب نہیں ہے بلکہ آپ کو انہیں گناہ کے کاموں

سے روکنے کی کوشش کرنا چاہیے، اگر آپ دعوت میں نہیں گئے تو آپ کو اچھے طریقے سے معافی مانگنی ہو گی۔

آج ہمارے معاشرے میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو دعوت نہیں دی گئی، ہم کو فلاں ولیمے میں نظر انداز کر دیا گیا۔۔ مدینہ کے معاشرے پر نظر ڈالیے اور دیکھئے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کو پتہ بھی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ عبد الرحمن بن عوف کے کپڑوں کو دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے ؟ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "أَوْلِمْ وَلَوْبِشَاةٍ" ترجمہ: "ایک بکری ہی کیوں نہ ہو اس سے ولیمہ کرو۔" (صحیح بخاری: 5072)

اگر نبی اکرم ﷺ کی جگہ ہم ہوتے تو ناراض ہو جاتے اور کہتے کہ شادی کر لی اور ہمیں بتایا تک نہیں۔

کیا آدمی دعوت ولیمہ میں اپنے ساتھ دوچار لوگوں کو لے جاسکتاہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کاارشادہے:"وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ" ترجمہ:"تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم (بغیر اجازت) اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یاباپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنے بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنے پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنے خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔"(سورۃالنور:24/61)

علماے کرام نے اس آیت کی تفسیر میں بتایا ہے کہ اگر دوست کو تکلیف نہیں ہوتی ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ آپ دعوت میں جارہے ہیں اور ساتھ میں کسی اور کو لے جانا چاہتے ہیں تو اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ میرا دوست کچھ نہیں سمجھے گا اور اس کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

3۔ تیسرا حق: "وإذا استنصحك فانصح له" جب کوئی تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو اچھی نصیحت کرو

اگر کوئی تم سے مشورہ مانگے تو اس کو اچھا مشورہ دو۔ اگر وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو خیر خواہی کا حق ادا کرو۔ عربی زبان میں "نصح" شہد کے اس چھتے کو کہتے ہیں جس سے پوری طریقے سے شہد نکالا جائے۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ

آدمی اپنے سارے جذبات کے ساتھ آپ سے مشورہ مانگے تو آپ اس کو مکمل اور صحیح مشورہ دیں۔

مثال کے طور پر اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ میں نے ڈگری Complete کرلی ہے اور آگے اعلی تعلیم کے سلسلے میں مشورہ دیجیے، یا اگر آپ سعودی یا کسی خلیجی ملک سے اپنے ملک اور شہر کو آئے ہوئے ہوں اور کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ بھائی میں بھی سعودی جانا چاہتا ہوں بتائیے کہ میں کیا کروں ؟ تو آپ انہیں صحیح مشورہ دیں، اگر وہاں کے حالات خراب ہیں تو انہیں بتائیں کہ بھائی آج کل حالات بڑے خراب ہیں۔ یا کوئی اپنے بچے کی اسکالر شپ کے تعلق سے آپ سے پوچھے، اگر آپ کو پتہ ہے تو آپ اس کی رہنمائی کریں۔

اگر کوئی مشورہ نہ پوچھے تو کیا اسے بھی مشورہ دیں گے ؟

ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی مشورہ نہ پوچھے تو بھی اس کی خیر خواہی کرو۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "الدِيْنُ النَّصِيْحَةُ" ترجمہ: ”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“ صحابہ کرام نے پوچھا کہ کس کے لیے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا: "لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" ترجمہ: ”اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلم ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے (صحیح مسلم: 55)

دوسروں کی مدد کرنا اور صحیح مشورہ دینا خیر خواہی ہے:

اگر ہم کسی کو بھی پریشان دیکھیں تو ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کی صحیح رہنمائی کریں۔ آج تو حال یہ ہو گیا ہے کہ لوگ کسی کو ترقی کرتا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو انہیں اس کی ترقی برداشت نہیں ہوتی، وہ اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچنے کی

کوشش کرتے ہیں، اسلام نے تو ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ کسی کی ٹانگ پکڑ کر کھینچنے کے بجائے اس کی پھنسی ہوئی ٹانگ کو نکالنا ہے۔

اگر کوئی غلط جگہ محنت کر رہا ہے تو اس کو نصیحت کرنا کہ بھائی اس سے کوئی فائدہ نہیں ہونے والا ہے ۔اگر کوئی آدمی غلط کالج میں پڑھ رہا ہے یا غلط career بنا رہا ہے یا پھر غلط پڑھائی سے گمراہ ہو رہا ہے تو ہم کو اچھے انداز میں نصیحت کرنی چاہیے کہ بھائی آپ کے والدین آپ کو پڑھانے کے لیے اپنے خون پسینے کی کمائی تم پر صرف کر رہے ہیں، تمھیں ان کی محنتوں پر پانی نہیں پھیرنا چاہیے۔ اگر ایک آدمی بڑی محنت سے ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر اپنی تعلیمی فیس جمع کر رہا ہے تاکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فلاں جگہ اس کو اسکالرشپ مل سکتی ہے یا پھر اسپانسرشپ sponsorship

مل سکتی ہے۔ لیکن آپ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ اس کے ساتھ ناانصافی ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس معلومات کچھ نہیں ہوتی لیکن مفت کی advice دیتے پھرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی کہے کہ میرے پیٹ میں درد ہے تو دس طرح کے لوگ بیسیوں قسم کے مشورے دیتے ہیں اور وہ بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے اور تذبذب میں کبھی ان میں سے کسی غلط مشورے پر عمل کرتا ہے یا کم از کم ذہنی الجھن کا شکار ضرور ہو جاتا ہے۔ گھر بناتے وقت ہر کوئی انجینئر بن کر مشورہ دینا شروع کر دیتا ہے۔ شرعی مسائل میں تو پوچھیے ہی مت! ہر کوئی مفتی اور علامۃ الدھر بنا ہوا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ہمارے لوگوں کے پاس اتنی کامن سنس نہیں ہے کہ اتنی محنتوں سے مسجد بنائی جاتی ہے اور اس میں ایک امام رکھا جاتا ہے، جو 8 سال 10 سال عالم کورس کیے ہوئے ہوتے

ہیں، ان سے جاکر پوچھنے یا ان کی طرف کسی کی رہنمائی کرنے کے بجائے خود فتویٰ دینے لگ جاتے ہیں۔ یہ خیر خواہی نہیں ہے بلکہ یہ بدخواہی ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارے میں مجھے علم نہیں ہے، فلاں عالم صاحب کے پاس جائیں ان کو اس بارے میں بہترین علم ہے۔

خیر خواہی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اگر آپ کو معلوم نہیں ہے تو صحیح علم والے کی طرف رہنمائی کر دیں۔ کیونکہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاْعِلِهِ" ترجمہ:"جو کوئی آدمی کسی کو بھلائی کی طرف صرف رہنمائی کرے تو اس کو کرنے والے کے برابر ثواب ہے۔"(صحیح مسلم:1893)

ایک مسلمان کی عزت کی حفاظت کرنا بھی خیر خواہی ہے:

اگر کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس کا دفاع کریں۔ علمائے کرام نے کہا کہ مکمل خیر خواہی تو اس وقت ہوگی کہ آپ کے سامنے آپ کے کسی مسلمان بھائی کی شبیہ خراب کی جارہی ہے تو آپ اس کے لیے عذر تلاش کریں اور اس کا دفاع کریں۔ اس کے ذریعے سے لوگوں میں اصلاح کا ماحول پیدا ہوگا۔

عذر تلاش کریں:

اسی سے متعلق ایک واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو اس وقت عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اے عثمان! تم اگر چاہو تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کروادوں گا، عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میری بیٹی

حفصہ سے شادی کرلیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی جواب نہیں دیا۔ آخر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میری بیٹی سے شادی کرلیں۔ آپ ﷺ نے اس کو قبول کرلیا۔ کچھ دونوں بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری لڑکی کے رشتے کو جب میں نے قبول نہیں کیا تھا تو تمہارے دل میں کچھ خلش آگئی ہو گی، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں مجھے تھوڑی تکلیف ہوئی جب آپ نے اس کو قبول نہیں کیا تھا، اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رک گیا تھا کہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو میں اس رشتہ کو قبول کرلیتا۔ (صحیح بخاری:4005)

اس واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملا کہ اگر ہم کسی کو کچھ کرنے کے لیے کہتے ہیں یا کچھ پیش کش کرتے ہیں یا پھر شادی بیاہ کے موقع پر رشتہ پیش کرتے ہیں لیکن سامنے والا خاموش ہو جاتا ہے اور آپ کی پیش کش کو قبول نہیں کرتا ہے تو آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کے لیے عذر تلاش کرنا چاہیے کہ شاید اس کے پاس کوئی عذر ہو گا جس کی وجہ سے اس نے قبول نہیں کیا ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی سخت رد عمل نہیں دیا اور نہ ہی دونوں صحابہ سے کچھ کہا۔ آج ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں نے میرا رشتہ ٹھکرایا ہے اب دیکھو میں شہر کے اچھے سے اچھے گھرانے میں رشتہ کر کے دنیا کو بتا دیتا ہوں!

اگر آپ کسی کے ساتھ بھلائی بھی کریں تو وہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کریں جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور وہ اس کام کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ہم کو

سارے عمل پاور آف اخلاص power of Ikhlaas کے
ساتھ کرنا ہے اور پاور آف اخلاص power of
Ikhlaas رہے گا تو ہم رد عمل کا اظہار Reactionary
method کرنے سے بچیں گے۔ لوگوں کو دکھانے کا دل میں
خیال ہی نہیں آئے گا۔ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو خوش رکھنے
میں اتنے مشغول ہو جائیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیا نہیں
کہتے ہیں اس پر توجہ دینے کی فرصت نہیں ملے گی۔ اللہ سبحانہ
وتعالیٰ کو خوش کرنے اور محمد ﷺ کے راستے پر چلنے کے لیے
یہ مت سوچیے کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے کہ
میں ریاکاری کر رہا ہوں کہ نہیں!

بہر حال خیر خواہی کے اندر یہ چیز شامل ہے کہ کسی کی
غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کی جا رہی ہے تو آپ اس کا
دفاع کیجئے اور اس کے لیے عذر تلاش کیجئے۔

اسی طرح جو آپ کو نہیں معلوم ہے وہ نہ بتائیں اور جو معلوم ہے اس کی طرف صحیح رہنمائی کیجئے۔

اب تک جو تین حقوق بیان کیے گئے ہیں، وہ انسان کی حرکت والی زندگی سے متعلق تھے، اب جو آنے والے تین حقوق ہیں وہ آدمی کے بغیر حرکت والی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔یعنی حرکت والی زندگی سے مراد صحت والی زندگی ،دوسری بغیر حرکت والی زندگی سے مراد بیماری، کوئی جسمانی عادت تکلیف، حادثہ اور موت وغیرہ۔

4۔ چوتھا حق :"وإذا عطِس فحمِدَ الله فشَمِّتْهُ "چھینک کا جواب دینا

اگر کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر الحمد لله کہا ہے تو اس کے جواب میں يرحمك الله کہنا چاہیے۔اور کہنا بھول جائے تو اس کو یاد لانا چاہیے ۔ اور اگر اس نے "الحمدلله" کہا ہے تو علمائے کرام کہتے ہیں کہ فرض

کفایہ ہے۔ بعض لوگ لاعلمی کی بناء پر "یا رحمك الله" کہتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے، صحیح الفاظ کی ادائیگی سیکھنا چاہیے ۔ اور اس کے بعد میں (چھینکنے کے بعد) "الحمدللہ" کہنے والا "یهدیکم الله ویصلح بالکم" کہے گا۔ یہ پورا عمل اور یہ جوابات ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں سے ہیں۔(سنن ترمذی:2741)

ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق اگر اس نے تین مرتبہ سے زیادہ چھینک ماری ہے تو اس کے جوابات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا، فَمَا زَادَ فَهُوَ مَزْكُومٌ "

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دیا جائے، جو اس سے زیادہ چھینکے تو اسے زکام ہے۔(سنن ابن ماجہ:3714)

5۔پانچواں حق: "وإذا مرِضَ فعُدْهُ "اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے

جب کوئی مسلمان بھائی مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا چاہیئے۔ مریض مطلب وہ آدمی اپنی بیماری کی وجہ سے لوگوں سے اوجھل ہو جائے۔ بستر پر لیٹ جائے یا وہ خود کہیں چل کر جانہ سکے۔

عیادت و تیمار داری کی فضیلت و اہمیت:

پہلی فضیلت: آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ»

ترجمہ: "جو مریض کی عیادت کرتا وہ جنت کے میووں میں ہوتا یہاں تک کہ وہ لوٹے۔" (صحیح مسلم:2568)

دوسری فضیلت: اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ، فَلَمْ تَسْقِنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي "

ترجمہ: ”کل قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندے سے سوال کریں گے اور کہیں گے: اے بندے! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت کیوں نہیں کی؟ بندہ کہے گا کہ: اے اللہ سبحانہ

وتعالیٰ! آپ تو رب العالمین ہیں میں کیسے آپ کی عیادت کروں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہے گا کہ: فلاں وقت پر فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندے سے کہے گا کہ: اے بندے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، تو بندہ کہے گا کہ: اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ! آپ تو رب العالمین ہیں آپ کو میں کیسے کھانا کھلا سکتا ہوں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہیں گے کہ: ایک وقت پر میرا ایک بندہ بھوکا تھا اور تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو اس کو جانتا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا اور اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے اس وقت اس کے پاس پاتا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندے سے کہے گا کہ: اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، تو بندہ کہے گا کہ: اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ! تو تو رب العالمین ہے میں تجھے کیسے پانی پلا سکتا ہوں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

کہیں گے کہ: میرا ایک بندہ تجھ سے پانی طلب کیا تھا لیکن تونے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس وقت مجھے وہاں پاتا۔(صحیح مسلم:2569)

عیادت کے آداب:

مریض کا حال پوچھیں، اس کو تسلی دیں، اس کو ڈرائیں نہیں (لا بأس طهور ان شاء الله پڑھیں) اور اس کی صحت وعافیت کے لیے جسم کے کسی بھی حصے پر آپ سیدھا ہاتھ رکھ کر دعا پڑھیں:"اللَّهُمَّ ربَّ النَّاسِ ، أَذْهِب الْبَأسَ ، واشْفِ، أَنْتَ الشَّافي لا شِفَاءَ إِلاَّ شِفَاؤُكَ ، شِفاءً لا يُغَادِرُ سقَماً"ترجمہ:"اے اللہ لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کردے، اے انسانوں کے پالنے والے! شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا اور کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء دے جس میں مرض بالکل باقی نہ رہے۔"(صحیح بخاری:5743)

اور اسی طرح یہ دعاسات مرتبہ پڑھیں "أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ "

ترجمہ: ”میں عظمت والے اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفاء دے۔“(سنن ابی داود:3106)

ہمارا کام دعا کرنا اور علاج کرنا ہے لیکن شفا دینا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

مگر افسوس کہ اس معاملہ میں بھی آج ہماری حالت زار کم نہیں ہے، ہمیں ایک دوسرے کا خیال ہی نہیں ہے۔ کتنے مسلمان مارے جاتے ہیں؛ان کے اہل وعیال کا خیال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، کتنی مسلم بستیوں میں اچھے اسکولس نہیں ہیں اور مسلمان مالداروں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ اپنی مسلمان نسل کو تعلیم یافتہ بنائیں۔ کتنے ہی لوگ بدعتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن ہمارے کتاب وسنت کے

ماننے والے بھائی خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، کوئی ہمارا مسلمان بھائی معاش کے تعلق سے، کوئی علم کے مسئلے میں اور کوئی اپنی دنیوی تعلیم کے بارے میں پریشان ہے، لہذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت، مال اور صلاحیتوں میں سے کچھ حصہ دیگر مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اور تمام انسانوں کی فلاح کے لیے عموماضرور صرف کریں۔

6۔ چھٹا حق :"وإذا مات فاتَّبِعْهُ" اگر کوئی انتقال کر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا

اگر کوئی ہمارا مسلم بھائی انتقال کر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ اور اس کی تجہیز و تکفین یا تدفین میں شریک ہونا چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"مَن شهد الجنازة حتى يُصلَّى عليها فله قيراط، ومَن شهدَها حتى تُدفَنَ فله قيراطان، قيل: وما القيراطان؟ قال:مثل الجبلَين العظيمين"

ترجمہ: ”جس کسی نے جنازے میں شرکت کی اور اس جنازے کی نماز پڑھی گئی تو اس کے لیے ایک قیراط ہے اور اگر نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اس کے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ اس کو دفنایا گیا تو اس کے لیے دو قیراط ہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ یہ دو قیراط کیا ہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو بڑے عظیم پہاڑوں کے مانند ہے۔“(صحیح مسلم:945) ایک دوسری حدیث کے مطابق احد پہاڑ کے موافق ثواب دیا جائے گا۔

ذرا تصور کیجئے کہ اس دن جب حشر کا میدان قائم ہو گا اور آپ ایک ایک نیکی کو ترس رہے ہوں گے، اس وقت ماں، باپ، بھائی، بہن اور سارے دوست و احباب ہم سے دور بھاگیں گے تو یہ عظیم ثواب ہمارے لیے کتنا کام آئے گا؟!!۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ احد کا پہاڑ کتنا بڑا ہے، آج کے حساب سے دیکھا جائے تو وہ 8 کلو میٹر لمبا ہے۔ یہ 8 کلو میٹر کا پہاڑ اگر

آپ کے نامہ اعمال میں رہے گا تو آپ بڑے خوش نصیب ہوں گے۔اور قیامت کے دن کامیابی کے تعلق سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا کہ :"فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (6) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ(7) "

ترجمہ:"کہ جس کسی کے تراوز میں نیک اعمال بھاری اور وزنی ہوں گے تو وہ من پسند زندگی میں رہے گا۔"(سورۃ القارعۃ :101/ 6-7)

لہذا مریض کی عیادت اور جنازے میں شرکت کا خاص خیال رکھیے۔یہ انتہائی افسوسناک صورت حال ہے کہ غیر تو غیر خود کے بیٹے اپنے باپ کو پلٹ کر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ماں باپ اگر بیمار ہو جائیں تو توجہ اور ان کی دوائی کی فکر نہیں ہے حالانکہ وہ استطاعت بھی رکھتے ہیں لیکن بہانے بناتے ہیں کہ پیسہ نہیں نکل رہاہے۔ماں باپ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ہم اپنے بیٹے پر بوجھ نہیں بننا چاہتے ہیں، اس لیے

تھوڑی کم قیمت والی دوائیاں لکھ دیں۔ آپ اپنے ماں باپ سے کھل کر کیوں نہیں کہتے کہ آپ کی دوائی کا مسئلہ آجائے تو کھل کر بتادو کیونکہ یہ میری آخرت کا مسئلہ ہے، اپنے گھروں کے اندر اعلان کر دو۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ" ترجمہ:"جو اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کرتے رہے گا۔"(صحیح مسلم:2580)

لوگ آج شکایتیں کر رہے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد نہیں آرہی ہے، لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ:"وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ"ترجمہ:"اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں اس وقت رہتا ہے جب

تک بندہ دوسروں کی مدد میں رہتا ہے۔"(صحیح مسلم :2699)

ہوسکتا ہے کہ آپ کے بھائی کو صرف 200 روپیوں کی ضرورت ہو گی اور آپ کے دو کروڑ کہیں رکے ہوں گے آپ اپنے بھائی کو 200 کی مدد کیجئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے دو کروڑ کے رکے ہوئے پروجیکٹ کے معاملے کو حل کر دے گا ان شاء اللہ۔ آپ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کیجئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ پر رزق کے بے شمار دروازے کھولے گا۔ ہم کو آگے بڑھنے کی ضرورت ہے ،اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر مکمل یقین کی ضرورت ہے۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ہر ایک کے حقوق کماحقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تجارت کے دوران دس گناہوں سے بچاؤ کا اسلامی طریقہ

عناصرِ خطبہ

تمہید

ہر مسلمان پر اتنا شرعی علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے وہ حلال و حرام میں فرق کرنے کے قابل ہو جائے

عہد صحابہ میں علمِ تجارت کی اہمیت

قیامت کے دن مال کے متعلق سوالات

مال کمانے اور خرچ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں

کسب حرام سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں

موجودہ دور میں حلال و حرام سے متعلق شعور کا فقدان

اسلام حرام تجارت کا حلال متبادل پیش کرتا ہے

مسلمانوں کو حلال تجارت اور حلال ذرائع آمدنی کے ذریعہ ترقی کی طرف قدم بڑھانا چاہیے

تجارت سے متعلق لوگوں میں شعور پیدا کرنا بھی وقت کی اہم ضرورت

حلال و حرام تجارت میں فرق کرنے کے لیے دس نکات

پہلا نکتہ: الربا (سود)

دوسرا نکتہ: المیسر: جوا جس میں دو طرفہ شرط لگائی جاتی ہے

تیسرا نکتہ: الجہالۃ (لاعلمی)

چوتھا نکتہ: غرر (دھوکہ)

پانچواں نکتہ: شرائط کا پورا ہونا

چھٹا نکتہ: موانع کا خاتمہ

ساتواں نکتہ: خارجی شرائط کا پورا ہونا اور خارجی موانع کا نہ پایا جانا

آٹھواں نکتہ: حرام کو حلال نہ کرے اور حلال کو حرام نہ کرے

نواں نکتہ: مبیع (بیچی جانے والی چیز) واضح ہو اور حلال ہو

دسواں نکتہ: قرض کی عدم ادائیگی

تمہید

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو اپنے ماننے والوں کی زندگی کے ہر باب میں مکمل رہنمائی کرتا ہے، وہ انہیں ہر بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، اور انہیں ایک مکمل نظام حیات فراہم کرتا ہے تاکہ وہ انہیں اپنا کر دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابیاں حاصل کر سکیں، اسلام عقائد میں شرک،

عبادات میں بدعت، معاملات میں حق تلفی اور اخلاقیات میں بد خلقی کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔

اس خطبہ میں ہم مالی معاملات سے متعلق کچھ اہم ہدایات پیش کرنے جا رہے ہیں کیونکہ انسان کی زندگی کے ایک بڑے حصے کا تعلق معاملات سے ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو خصوصاً معاملات کے باب میں نہایت ہی سنجیدہ ہونا چاہیے۔

ایک مسلمان روزمرہ کے بیداری کے اوقات میں سے 70 فیصد وقت تعلیم، ملازمت، تجارت اور دیگر معاملات کی انجام دہی میں لگاتا ہے، اگر معاملات کے باب میں آدمی کمزور ہو تو گویا وہ اپنی زندگی کے ستر فیصد حصے میں ناکام ہے، لہذا ایسا شخص نہ دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ اس کے معاملات کی خرابی کی وجہ سے خود اس کے گھر کے افراد اس کے خلاف گواہی دینگے کہ یہ ہمارے ساتھ معاملات میں ناانصافی کرتا تھا نتیجتاً اس آدمی کی آخرت برباد ہو سکتی ہے۔

لیکن ہم جب معاملات کی درستگی کے ساتھ اپنی نیت کو درست کر لیں تو ہم روزمرہ کے 70 فیصد معاملات میں لگنے والے وقت کو کامیاب بناسکتے ہیں، اس طرح کہ حلال وحرام کا علم حاصل کریں ، درس وتدریس، کاروبار اور جاب میں اپنی نیت کو درست کر کے حلال روزی کی تلاش کریں اور حرام سے حتی المقدور بچتے رہیں تاکہ اللہ تعالی راضی ہو جائے۔

ہر مسلمان پر اتنا شرعی علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے وہ حلال وحرام میں فرق کرنے کے قابل ہو جائے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"

ترجمہ:" علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"(سنن ابن ماجہ:224)۔

عہد صحابہ میں علم تجارت کی اہمیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ہر تاجر اور بازار سے جڑے شخص کو بازار سے متعلق علم جانے بغیر کاروبار کرنے پر کوڑے سے مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے:

"لاْیَبِیْعُ فِيْ سُوْقِنَا إِلاْ مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِيْ الدِّیْنِ"

ترجمہ: "وہی آدمی ہمارے بازار میں خرید وفروخت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔" (سنن ترمذی:487)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ صحابہ میں جتنا عقائد اور عبادات پر زور دیا جاتا تھا اتنا ہی زور معاملات کی درستگی پر بھی دیا جاتا تھا لیکن آج لوگ عقائد اور عبادات کے علم کو حاصل کرنے کی جستجو کرتے ہیں لیکن حلال و حرام کو جاننے میں دلچسپی نہیں لیتے۔

معاملات کی حرمت وحلت کا علم حاصل کرنے سے متعلق ایک شیطانی وسوسہ:

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ شیطانی وسوسہ ہوتا ہے کہ اگر ہم حلال وحرام کا علم حاصل کریں یا انہیں عملی زندگی میں مکمل تطبیق دینے کی کوشش کریں گے تو ہم کوئی تجارت ہی نہیں کرسکتے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حلال وحرام سے متعلق لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علم حاصل کرنے پر عمل کرنا پڑے گا لہذا اگر علم ہی حاصل نہ کیا جائے تو کیا ہوگا؟

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے لوگوں کو دوعذاب دیے جائینگے، ایک برائی کو انجام دینے کا اور دوسرا اس کے بارے میں علم حاصل نہ کرنے کا، کیوں کہ

انسان دو فرائض کو ترک کر رہا ہے، ایک علم حاصل کرنا اور دوسرا احرام سے بچنا۔

عمل کے ڈر سے علم ہی حاصل نہ کرنا یہ دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے، اگر کوئی آدمی کسی زہر کی شیشی کو یہ کہہ کر منہ کو لگائے کہ مجھے تو علم نہیں ہے کہ اس شیشی میں دوا ہے یا زہر، جب کہ اس کی لاعلمی سے زہر کا اثر ختم نہیں ہو گا۔

لوگ نہ معلوم کرنے کو اپنی عقلمندی سمجھتے ہیں اور اس عدم واقفیت کی وجہ سے جو دنیا و آخرت کے نقصانات سے بچ نہیں پاتے اور اس طرح یہ گناہوں کے نقصانات اور اثرات کو اپنی ذاتی ، جسمانی، روحانی، ازدواجی اور عائلی تمام سطحوں پر محسوس کرتے ہیں۔

قیامت کے دن مال کے متعلق سوالات:

ایک مسلمان عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کے بارے میں بھی علم حاصل کرے کیونکہ بروز قیامت پانچ سوالات میں سے دو سوال مال سے متعلق ہوں گے اور اس کا جواب دیے بغیر اس کے قدم نہیں ہٹ سکتے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَاتَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ "

ترجمہ: ” آدمی کے پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹیں گیں یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھا جائے گا: اس کی عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں صرف کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں کھپایا؟ اس کے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور اس کے علم

کے سلسلے میں پوچھا جائے گا کہ اس پر کہاں تک عمل کیا؟۔"(سنن ترمذی:2416)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال سے متعلق دو سوالات کیے جائیں گے ایک مال کہاں سے کمایا؟ اور دوسرا کہاں خرچ کیا؟

مال کمانے اور خرچ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں:

1) بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حرام طریقے سے کماتے ہیں اور حلال خیر کے کاموں میں صرف کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حرام طریقے سے کمایا تو کیا ہوا ہم اللہ کی راہ میں بھی خرچ کر رہے ہیں اللہ معاف کر دے گا، جب کہ یہ در

حقیقت اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دے رہے ہیں اور دنیاوآخرت دونوں میں نقصان سے دوچار ہورہے ہیں۔

2) بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حرام طریقے سے کماتے ہیں اور خرچ بھی حرام راستے ہی میں کرتے ہیں، ایسے لوگ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں قیامت کے دن دو سوالوں میں ناکام ہونے والے ہیں اور مذکورہ دونوں قسم کے افراد دنیاوآخرت میں بہت بڑا خسارہ اٹھاتے ہیں، کیوں کہ حرام کمائی گناہ کبیرہ ہے اور ہر گناہ کی ایک سزا ہے، جب آدمی مسلسل حرام کمائی کرے گا تو اس گناہ کی پاداش میں اس کو عذاب دیا جائے گا اور گناہ کا انسان کی جسمانی، روحانی اور دینی زندگی پر بہت برا اثر پڑتا ہے، گناہ سے انسان کا دل اور اعضاء بھی کمزور ہوجاتے ہیں۔

3) بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حلال سے طریقے سے کماتے ہیں لیکن حرام مصارف میں خرچ کرتے ہیں یاتو وہ

اسراف کرتے ہیں یا تبذیر کے شکار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میری خون پسینے کی کمائی ہے میری مرضی کہ میں کہیں بھی خرچ کروں، جب کہ مذکورہ بالا حدیث اور دوسری بہت ساری قرآنی آیات اور صحیح احادیث میں خرچ کرنے میں بھی ہر مسلمان کو حلال راستوں اور طریقوں کو اپنانے کا حکم دیا گیا اور حرام جگہوں پر خرچ کرنے سے روکا گیا ہے۔

4) بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حلال طریقے سے کماتے ہیں اور حلال راستوں میں ہی خرچ کرتے ہیں۔ اور یہی دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔

کسب حرام سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں اگرچہ وہ انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ کو پکارے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ} [المؤمنون: 51] وَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ} [البقرة: 172] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟"

ترجمہ: ”اے لوگو بیشک اللہ تعالی پاک ہے، پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالی مومنوں کو اسی بات کا حکم دیتا ہے جس بات کا حکم پیغمبروں کو دیتا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ کہا: ”اے پیغمبرو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو بیشک میں تمھارے اعمال سے باخبر ہوں۔“ (سورۃ المؤمنون: 23/51) اور کہا: ”اے ایمان والو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے بطور رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔“ (سورۃ البقرۃ

:2/172) پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کر رہا ہے، بال پراگندہ ہیں، کپڑے میلے کچیلے ہیں، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اور اللہ کو اے میرے رب اے میرے رب کہہ کر پکار رہا ہے جبکہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، کپڑا حرام کا ہے اور پرورش حرام پر ہوی ہے تو ایسے شخص کی دعاء کیسے قبول ہوگی؟!(صحیح مسلم:1015)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام کمائی کی وجہ سے آدمی کی دعاء رد کردی جاتی ہے خواہ وہ دعا بقیہ سارے آداب کی رعایت کے ساتھ ہی کیوں نہ مانگی گئی ہو، جس طرح آدمی شرک سے ڈرتا ہے، بدعات اور مخالفتِ رسول سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہوجائیں اسی طرح اس کو حرام کمائی سے بھی ڈرنا چاہیے تاکہ اس کی دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کرلیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مذاق میں دھوکہ

دیا، جب مذاق میں شرک کرنا صحیح نہیں تو مذاق میں کسی کو دھوکہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

حرام راستوں سے مال کمانے کے تعلق سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ کی فرمایا:

" إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ "

کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر امت کی آزمائش کسی نہ کسی چیز میں ہے اور میری امت کی آزمائش مال میں ہے۔ (سنن ترمذی:2336)

ایک اور جگہ فرمایا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنْ

الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتْ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا صَلَّى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ، وَقَالَ: أَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ، قَالُوا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ.

ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین جزیہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بحرین کے لوگوں سے صلح کی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا تھا۔ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین کا مال لے کر آئے تو انصار کو معلوم ہو گیا کہ ابو عبیدہ

رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔ چناچہ فجر کی نماز سب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھا چکے تو لوگ آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا، تمہیں خوشخبری ہو، اور اس چیز کے لیے تم پر امید رہو جس سے تمہیں خوشی ہوگی، لیکن اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی اور فقر سے نہیں ڈرتا۔ مجھے اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ دنیا کے دروازے تم پر اس طرح کھول دیئے جائیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دیئے گئے تھے، تو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی طرح ایک دوسرے سے جلنے لگو اور یہ جلنا تم کو بھی اسی طرح تباہ کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں کو کیا تھا۔ (صحیح بخاری:3158)

ایک اور جگہ فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ ؟.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال طریقے سے حاصل کردہ ہے یا حرام راستوں سے ہے۔ (صحیح بخاری:2083)

ان أحادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسب حرام عام ہوجائے گا لہذا ایک مسلمان کو حلال و حرام کا شعور اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔

موجودہ دور میں حلال وحرام سے متعلق شعور کا فقدان:

لوگوں میں دین کے بعض ابواب میں اچھا خاصا شعور پایا جاتا ہے، وہ ان میں حلال و حرام کی اچھی تمیز رکھتے ہیں مگر بعض مقامات کے تیئں دینی شعور کا مکمل فقدان نظر آتا ہے مثلا امریکہ میں مجھ سے ایک دکان والے نے کہا کہ میری دکان پر مسلمان لڑکا اور لڑکی ڈیٹنگ کے لیے آتے ہیں، مجھے معلوم ہے کہ ان کا رشتہ غلط ہے لیکن یہ لوگ جب کھانا کھانے آتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ کھانا حلال ہے یا نہیں؟ کھانے پینے میں حلال اور حرام کی تمیز ہے اور رشتوں میں حلت و حرمت کی کوئی تمیز نہیں، یہ ایسے ہی ہوا "حَفِظْتَ شيئاً وَغَابَت عَنْكَ اَشْيَاءُ" کچھ چیزیں یاد ہیں اور بہت سی چیزیں بھول چکے ہیں، جب کہ اللہ تعالی ہمیں شریعت کے ہر باب میں بقدر استطاعت عمل کرنے اور دین میں مکمل داخل ہونے کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ"

ترجمہ: ”ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“(سورۃ البقرۃ:2/208)

آج مسلمان گوشت کی دکان سے گوشت خریدتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ اس جانور کو حلال طریقہ سے کاٹا گیا ہے یا حرام طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے؟ لیکن جن پیسوں سے یہ گوشت خرید رہا ہے اس بارے میں بے فکر ہوتا ہے کہ اس کو میں حلال طریقہ سے کمایا ہوں یا حرام طریقہ سے؟ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم شریعت کے تمام ابواب میں حتی المقدور شریعت پر عمل کریں۔

اسلام حرام تجارت کا حلال متبادل پیش کرتا ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حلال وحرام سے متعلق اہل علم کی تقاریر سنیں گے، یا ان کی تحریریں پڑھیں گے تو بزنس کرنا ہی مشکل ہو جائے گا ،کیونکہ یہ لوگ ہر چیز کو حرام قرار دیتے ہیں، کسی چیز کو حلال چیز نہیں بتاتے ہیں، لہذا ان علماء کے بیانات نہ سنیں اور نہ ان کی تحریریں پڑھیں، جیسی چاہے تجارت کرلیں اللہ معاف کرنے والا ہے۔

ہم ان کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور وہ زندگی کے ہر میدان میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے، قیامت تک آنے والے سارے مسائل کا حل اس میں موجود ہے، اسلام جہاں حرام سے روکتا ہے وہیں اس کا حلال متبادل بھی پیش کرتا ہے ،موجودہ دور میں علماء نے تجارت کی جن حرام اور حلال قسموں کو واضح کیا ہے ،ہم نے اس کی مختلف شکلوں کو اپنی کتاب میں پیش کیا ہے، یہ کتاب اردواور انگریزی زبان میں ہماری ویب

سائٹ www.askmadani.com پر موجود ہے، جس میں Banking، Share market، Chain market، Insurance اور اس کے علاوہ دیگر تجارتوں کا متبادل پیش کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو حلال تجارت اور حلال ذرائع آمدنی کے ذریعہ ترقی کی طرف قدم بڑھانا چاہیے:

اسلام حلال تجارت کرنے پر ابھارتا ہے اور موجودہ دور میں مسلمان اس کے بارے میں علم حاصل کرکے کافی ترقی کرسکتے ہیں، جب کہ مسلمانوں کی اس پر خاص توجہ نہیں ہے جیسے سونا، زمینیں، فلاٹس اور پلاٹس خریدنا بیچنا اسلام میں جائز ہے اور یہ اچھی آمدنی کا ذریعہ ہے لیکن اس میں صبر سے کام لینا پڑتا ہے، جس کے لیے ایک بڑے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے جو اجتماعی کوششوں کا متقاضی ہوتا ہے لیکن لوگ قوم

کی ترقی کے لیے محنت کرنے کی بجائے حرام ذرائع ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں، پیسہ بینک میں رکھ دیتے ہیں اور یہی بینک والے ہمارے پیسوں سے سونا، فلاٹس وغیرہ خریدتے ہیں، ہمارا پیسہ جمع کرکے خود وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور ترقی کرتے ہیں، کیا سارے مسلمان مل کر ایسی کوئی شکل نہیں نکال سکتے جس میں لوگوں کا اجتماعی پیسہ لگے، جس سے ان کا پیسہ محفوظ بھی رہے اور ترقی بھی ہوتی رہے ،ایک صاحب کہنے لگے کہ میں دس سال سے دبئی میں جاب کرتا ہوں لیکن میرے پاس بینک بیلنس نہیں ہے جو تنخواہ ملتی ہے اسی ماہ ختم ہو جاتی ہے،مال میں ہم کیسے اضافہ کریں اور بچت کیسے کریں؟

ہم نے اس کی وجہ بتائی کہ آج کے زمانہ میں لوگ جیسے تنخواہ ملتے ہی بیوی بچوں کی خواہشات کو پوری کرنے کے لیے بیکار کی چیزوں میں تنخواہ ختم کر دیتے ہیں،اور ایسے تحفے دیتے ہیں جس کا فائدہ وقتی ہوتا ہے، اگر آپ اس کی جگہ سونے

کی انگھوٹی گفٹ کریں تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ تحفہ کا تحفہ بھی ہو جائیگا اور یہ مستقبل میں بچوں کی تعلیم یا اچانک آنے والی ضروریات کے لیے پیسہ بھی محفوظ رہے گا اور وہ صاحب جس کو ہم نے سونے سے اپنے مال کو جمع کرنے کا طریقہ بتایا تھا وہ بعد میں مل کر بہت زیادہ دعائیں دینے لگے اور کہنے گے کہ میں نے اس تجویز پر عمل کر کے کافی سونا جمع کرلیا ہے، ایک طرف سونے کی شکل میں مال بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی زکوۃ کے ذریعہ غریبوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں۔

اسی طرح ہم فلیٹ خرید سکتے ہیں، اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ خاندان کے ہم خیال لوگ یا دوست احباب مل کر پیسہ جمع کریں اور اتحاد کی طاقت پیدا کریں ،اس سے کامپلکس خریدیں اور اس میں علماء کا شریعہ اڈویزری بورڈ قائم کریں جس میں علماء حلال و حرام کا فرق واضح کر کے شریعت کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرینگے۔

جن چیزوں کو ہمیں کرنا چاہیے تھا وہ آج غیر مسلم کررہے ہیں، وہ اپنی کمیونیٹی بناتے ہیں اور بڑے بڑے تجارتی معاملات انجام دیتے ہیں۔

آج ہماری زیادہ توجہ Investment میں ہونے کے بجائے consumption پر ہے investment میں مال کے بڑھنے کے مواقع ہوتے ہیں جب کہ consumption سے مال ناکارہ اور برباد ہوتا ہے، دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں مال کے ذریعے مال کماتی ہیں اور جو قومیں مال کو تباہ کرتی ہیں نتیجہ میں وہ بھی تباہ ہوجاتی ہیں،مال کوMonetization/monetisation کریئے،Demonetizationمت کریئے۔

آج ضرورت ہے کہ امت مسلمہ کو جہاں حرام سے بچنے کی تعلیم دی جائے وہیں پر حلال راستوں سے مال میں اضافہ کرنے کے طریقے بھی سکھائے جائیں، آج لوگ اپنا مال

جمع کر کے اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنی خواہشات کے لیے بینک سے سودی قرضے لیتے ہیں اور اس سے اپنی شادیوں میں اسراف کرتے ہیں اور قرض کے بوجھ کے ساتھ سود کے بوجھ سے پریشان ہو کر یا تو ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں یا زندگی کی جنگ ہار کر خودکشی کر لیتے ہیں۔

تجارت سے متعلق لوگوں میں شعور پیدا کرنا بھی وقت کی اہم ضرورت:

ہمیں چاہیے کہ ہم لوگوں کو حلال بزنس کی مختلف شکلیں بتائیں اور تجارت کرنے پر ابھاریں، ہو سکتا ہے کہ امت کے حق میں ایک بڑا کام ہو جائے اور امت ترقی کرنے لگے، ہم ابھارنے کو بھی معمولی نہ سمجھیں کیونکہ بسا اوقات ہم جن کو ابھارتے اور ذہن سازی کرتے ہیں وہ ہماری سوچوں سے بھی

بڑے کارنامے کر جاتے ہیں، مثال کے طور پر ایک صاحب نے ہمارے ای ٹی وی اردو کے پروگرام میں بزنس سے متعلق کچھ رہنمائیاں سنیں اور اس وقت ہم نے بزنس کرنے پر ابھارا تھا وہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے ابھارنے کی وجہ سے میں نے بزنس سے متعلق معلومات حاصل کی اور آج اس فیلڈ میں کافی ترقی کر چکا ہوں، ہو سکتا ہے ہمارے اور آپ کے ابھارنے سے ایسے کئی افراد پیدا ہوں۔

حلال وحرام تجارت میں فرق کرنے کے لیے دس نکات:

بازار کو جانے والے ہر مسلمان کو ان دس نکات کا علم ہونا چاہیے تاکہ ہم حرام سے بچیں اور حلال طریقہ سے خرید وفروخت کر سکیں۔

شروع کے چار نکات کو میں نے شعر میں جمع کیے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ شریعت بزنس (تجارت) میں جہاں کہیں بھی کسی معاملہ کو حرام قرار دیتی ہے تو اس معاملہ میں ان چار اسباب میں سے ایک سبب ضرور نکلے گا، شعر یہ ہے
:

"إن الربا والميسرحرام ومثله الجهالة والغرر"

1) پہلا نکتہ: (الربا) سود:

ہر وہ قرض جس پر قرض دینے والا قرض لینے والے سے کسی بھی شکل میں فائدہ اٹھائے شرطیہ طور پر تو وہ فائدہ سود ہو گا، مثلا آج کے زمانے میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا سود ہے، علماء سعودی عرب نے کہا کہ یہ استعمال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے والے سے جن شروط پر دستخط لی جاتی ہے ان میں ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ جو پیسے آپ

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے بطورِ قرض لینگے وہ وقت مقرر پر ادا کرنا ہو گا اگر ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو بینک اس پر سود لگائیگی تو آپ اس قرض کے ساتھ سود بھی ادا کرینگے، قرض لینے والا رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے دستخط کرتا ہے، اگرچہ کہ وہ وقت پر پیسہ ادا کر رہا ہوتا ہے لیکن پھر بھی وہ حرام ہے کیونکہ حرام کی شرط ماننا بھی حرام ہے۔

سود کی مذمت:

اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے، یہ بڑا سنگین جرم ہے۔سود کھانا 36 مرتبہ زنا کرنے کے برابر ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"دِرهمُ رِبًايأكلُه الرجلُ، وهويعلمُ، أشدُّ عندَ اللهِ من سِتَّةٍ وثلاثِينَ زَنْيةً"

ترجمہ:” آدمی جانتے ہوئے سود کا ایک درہم کھاتا ہے تو (اس کا ایک درہم کھانا) اللہ کے پاس 36 مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ برا ہے۔“(صحیح الجامع:3375)

کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی ایک صورت:

اہل علم نے دو سال قبل ایک فتوی دیا تھا کہ اگر ایسی جگہ جہاں پر کریڈٹ کارڈ کے علاوہ خریدنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو مثلا ویب سائٹ کا سرور، ٹکٹ وغیرہ خریدنا یا بعض یورپی ممالک ہیں جہاں کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہی خرید و فروخت ہو تی ہے وہاں ایک شرط کے ساتھ اجازت دی کہ وہ اس کارڈ کو Debitکارڈ کی طرح ہی استعمال کریں، جتنے پیسے کارڈ میں ہیں انہی کا استعمال کیا جائے قرض نہ لیا جائے تاکہ سود کا معاملہ ہی نہ ہو۔

اسی طرح جو کمپنیاں سودی قرضوں کے ذریعہ چلتی ہیں اور سودی قرضے سے اپنی تجارت کو وسیع کررہی ہیں، ایسی

کمپنیوں میں پارٹنر بننا اور پیسہ لگانا جائز نہیں، 90 فیصد شیر مارکٹ ان ہی اصولوں پر چلتی ہیں، بہت ساری کمپنیاں یا توسودی قرضے سے شروع ہوتی ہیں یا سودی قرضے سے اپنے کام کو وسعت دیتی ہیں، لہذا ایسی کمپنیوں سے بچنا لازم ہے۔

کیا دنیا میں ترقی سود کی وجہ سے ہو رہی ہے؟

موجودہ دور میں کم علمی کی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں سود کی وجہ سے ترقی ہو رہی ہے، علم اور تحقیق کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوم ترقی کے بجائے زوال کا شکار ہو رہی ہے، ہر آدھے گھنٹے میں ایک کسان خودکشی کر رہا ہے، کسان سود پر قرضے حاصل کرتے ہیں اور جب کھیتی اچھی نہیں ہوتی، کسان کے پاس قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی تو یہ کسان خودکشی کرلیتے ہیں، یہ کونسی ترقی ہے؟ کھیتی باڑی کرنے والا ایک کسان جس کی صلاحیت سے ملک محروم ہو گیا، کسان اپنے علم کے ساتھ مر جاتا ہے، مٹی سے پھل اگانے کا علم

جاننے والا فرد ضائع ہو گیا، افراد کو ضائع کرنا ترقی نہیں تنزلی ہے، افراد ہونگے تو ترقی ہو گی، افراد کے بغیر درو دیوار کوئی معنی نہیں رکھتے۔

سود کی تباہ کاریاں:

سود کی وجہ سے لوگوں کی زندگیاں تباہ وبرباد ہو جاتی ہیں۔ سلیکان ڈاٹ کام کے مطابق جب معاشی زوال آیا تو ہر سکنڈ میں ایک بڑی جاب چلی گئی، کئی لوگوں نے خودکشی کرلی، کچھ ممالک میں ہاسپٹلس میں بزنس میں سود کی وجہ سے تباہ ہونے اور پاگل ہونے والوں کی کونسلنک کے لیے الگ سے وارڈس بنائے گئے، آفریقہ میں ہر سال بیس ہزار بچے دوائی اور غذاء نہ ملنے کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، اگر کوئی حیدر آباد میں سود کھاتا ہے تو اس کا اثر افریقہ کے افراد پر ہوتا ہے، اس کی مثال جسم میں خون کی طرح ہے کہ جس طرح خون خراب ہو جائے تو اس کا اثر سارے جسم پر پڑتا ہے اسی

طرح اگر ایک جگہ سودی نظام ہو تو کئی غریب ممالک پر اس کا اثر ہوتا ہے، دنیا کے 155 ممالک جن کو third world country کہا جاتا ہے یعنی ایسے ممالک جو سودی قرضے کی وجہ سے ترقی نہیں کرسکتے۔اور2008 کی آر بی آئی کی رپورٹ کے مطابق خود ہمارے ملک ہندوستان نے 201.4 بلین ڈالر کا قرضہ لیا جس پر ہندوستان کو 16 بلین ڈالر سود لگایا گیا، یہ سود کب اداکرینگے اور اصل قرض کب ادا کرینگے؟

ہم ہندوستان کے وفادار مسلمان ہندوستان کی حکومت سے اپنی رائے دہی کا حق استعمال کرتے ہوے یہ بات رکھتے ہیں کہ اسلامک بینکنگ اوراسلامک شیر مارکٹ کے نظام کو ہندوستان میں قائم کیا جائے تاکہ ہماراملک ہندوستان سود کے نقصانات سے بچ کر ترقی کے منازل طے کرنے والا ملک بن جائے۔

سود کے نقصانات:

سود کے کافی نقصانات ہیں؛ سود انسان کی دنیا وآخرت برباد کردیتا ہے کیونکہ سوداور سودی معاملہ میں شامل رہنے والے لوگوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ،جیسا کہ حدیث میں ہے:

"لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُم سَوَاءٌ"

ترجمہ: "اللہ کے نبی نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی معاملہ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمام لوگ اس میں برابر ہیں۔" (صحیح مسلم:1598)

"وَشَاهِدَيْه" کے بارے میں شیخ صالح الفوزان کا قول:

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے "وَشَاهِدَيْه" کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا کہ لوگ سودی معاملہ کو دیکھیں لیکن اس کو برا نہ سمجھیں تو ان پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں ان تمام حضرات کو ہم نصیحت کرتے ہیں جو سودی لین دین کرتے ہیں، کمپنیاں چلاتے ہیں، وہ سافٹ ویرانجینیرس جو سودی نظام کے لیے معاون سافٹ ویر بناتے ہیں، وہ گھروں اوردکانوں کے مالک جو اپنے گھر اوردکانیں سودی معاملات کو انجام دینے والوں کو مثلا اے ٹی یم یا بینک کے لیے دیتے ہیں، شیئر، مارکٹنگ

کرنے والے اکزیکیٹیوس، اکاؤنٹنٹس جو یم بی اے کی ڈگریاں رکھتے ہیں اور سودی پراجکٹ پر کام کرتے ہیں اوراپنے آپ کو ان پروجکٹس کے لیے وقف کردیتے ہیں کہ وہ تمام اس حدیث کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کیسی لعنت بھری زندگی گذررہی ہے ۔لعنت کا معنی اللہ کی رحمت سے دوری ہے، آج لوگ کمانے کے لیے کافی وقت لگاتے ہیں ، آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے، لیکن اسکے باوجود انکی ضروریات

وخواہشات پوری نہیں ہوتیں، بلکہ انہیں اپنے ضروریات کی تکمیل کے لیے مزید قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ لوگ اسکا سلوشن چاہتے ہیں۔

غرض یہ کہ جس آدمی کی کمائی میں سود کی ملاوٹ ہو یا اس کی کمائی ہی سودی لین دین سے ہوتی ہے وہ اللہ کی رحمت سے کوسوں دور ہو جاتا ہے اور جو اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے اس کے رزق میں برکت کہاں سے آئیگی؟ اور جس آدمی کی زندگی سے برکت اٹھالی جائے اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے دور کر دے تو وہ کہاں سے سکون کی زندگی گذار پائے گا اور کہاں سے اپنے گھر کو چلا پائے گا؟ کیونکہ ہر آدمی اپنے ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ کی مدد اور رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔

سودی کاروبار کرنے والوں کو عالم برزخ میں عذاب دیا جائے گا:

جو آدمی زندگی میں سودی کاروبار کرے اور توبہ کیے بغیر مر جائے تو اسے عالم برزخ میں عذاب دیا جائے گا اور یہ عذاب بڑا تکلیف دہ ہوگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَال النَّبِيّ ﷺ :"رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ، رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ،آكِلُ الرِّبَا."

ترجمہ:" سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رات (خواب

میں) میں نے دو آدمی دیکھے، وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے، پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا، اور نہر کے بیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بیچ نہر والا آدمی آتا اور جونہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اس کے منہ پر پتھر دے مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلنا چاہتا کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر دے مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔ (صحیح بخاری:2085)

سود خور کو میدان محشر میں عذاب ہو گا اور اس کا حال اس پاگل کی طرح ہو گا جس کو شیطان نے چھو کر خبطی بنادیا ہو:

اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:"الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"

ترجمہ:"سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے، یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی

طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ حرام کی طرف لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے ۔" (سورۃ البقرۃ:2/275)

دنیا میں کوئی آدمی پاگل پن کو پسند نہیں کرتا اور اس کو اپنے لیے ایک بڑی رسوائی سمجھتا ہے، آخرت میں اس سے بڑی رسوائی کیا ہو گی کہ سود خور کا حال پاگلوں جیسا ہو اور وہ سارے اولین وآخرین کے سامنے پاگل کی طرح آئے اور سب کو یہ پتہ ہو گا کہ اس کو سود کی وجہ سے پاگل پن کا عذاب دیا جارہاہے، اللہ تعالی ہم سب کی اس جیسی رسوائی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

سود خور کو جہنم میں دردناک عذاب دیا جائے گا:

سودی معاملہ کرنے والے کے حق میں جہنم کے دردناک عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ایک لمبا وقت اس میں رہے گا اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا۔ اللہ سبحانہ

وتعالیٰ فرماتے ہیں :"وَمَنْ عَادَ فَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"ترجمہ:"اور جو پھر دوبارہ سودی معاملہ کی طرف لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔"(سورۃ البقرۃ:275)

اہل علم نے کہا کہ اس آیت میں ہمیشہ رہنے سے مراد ایک لمبے وقفہ تک رہنا ہے کیونکہ ابدی جہنم کا فیصلہ مشرک کے حق میں ہی ہوتا ہے۔

2)دوسرا نکتہ:المیسر:"جوا":

اللہ تعالی کا فرمان ہے:"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ"

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بیشک شراب، جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتاہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اوراللہ تعالیٰ کی یاداور نماز سے تم کوبازرکھے سواب بھی باز آجاؤ۔“ (سورۃ المائدۃ:5/ 91)

آج اکثر لوگ جوئے کی برائی میں مبتلا ہیں، حالانکہ انہیں علم نہیں ہے کہ وہ جوا کھیل رہے ہیں مثلاً کرکٹ یا اس جیسے دوسرے کھیل میں لوگ دوطرفہ شرط لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم جیت جائیں تو تم پیسے دینا اور تم جیت جاؤگے تو ہم تمہیں پیسے دینگے۔ اس طرح کی شرط لگانا ہی جوا ہے، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ تین جگہوں پر شرط کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:" لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ، أَوْ خُفٍّ، أَوْ حَافِرٍ"

ترجمہ:"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مقابلہ صرف تیر، اونٹ اور گھوڑوں میں جائز ہے۔"(سنن ترمذی:1700)

یہاں وہ افراد جو اس مقابلہ میں شریک ہی نہیں ہیں، اور آج ہمارے معاشرہ میں اکثر یہی ہورہاہے اور اس کو سٹہ کہتے ہیں، موجودہ دور میں عموما کرکٹ، میں یہ دوطرفہ سٹہ لگاتے ہیں۔

مقابلہ پر شرط لگانے کی پانچ شکلیں:

1)ایسے مقابلے جس میں مقابلہ کرنے والوں کا آپس میں دوطرفہ شرط لگاناجائز ہے اوروہ تین ہیں: 1) اونٹنی میں 2) گھوڑے میں 3) تیر بازی میں۔

ان تین مقابلوں کے علاوہ دوسروں میں دوطرفہ شرط لگانا ناجائزوحرام ہے۔

دوسرے تمام مقابلوں میں ایک طرفہ شرط لگائی جاسکتی ہے۔

4)بغیر شرط لگائے تمام مقابلے جائزہیں۔

5)بعض مخصوص مقابلے بغیر پیسے اور شرط کے بھی حرام ہیں جیسے پانسے کا کھیل وغیرہ۔

کیا شطرنج کھیلنا جائز ہے؟

امام ابن تیمیہ اور امام نووی رحمہا اللہ نے کہا کہ chess کھیلنا بھی حرام ہے، چاہے پیسا لگائے یا نہ لگائے اور بعض علماء نے اسکو مکروہ کہاہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شطرنج کی حرمت سے متعلق احادیث ضعیف ہیں اور انہوں نے شطرنج کو دو شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے: 1) تصویروں کو چھپادیا جائے۔2)اور وہ فرائض میں حائل نہ ہو۔یعنی اتنا کم کھیلیں کہ اس سے نمازیں، تعلیم اور دوسری چیزیں متاثر نہ ہوتی ہوں۔

اسی طرح قرآن اور نظم کے مقابلے کرائے جاتے ہیں ،اس میں اگر بچوں سے پیسے لیے جاتے ہیں اور اسی سے انعام دیا جاتا ہے تو یہ بھی جوے کی ایک شکل ہے۔ہاں اگر ان پیسوں سے انعام نہیں دیا جارہا ہے کتابوں کو فراہم کے لیے وہ فیس لی جارہی ہے تب وہ جوے کی شکل میں نہیں آئے گا۔ انعام دے کوئی تو جائز ہے

جوے کی حرمت کے اسباب:

اسلام نے جوے کو جو حرام کیا ہے اس کے کئی اسباب ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

1) جوا اور قمار بازی میں جھوٹی تمناؤں پر تکیہ ہوتا ہے، جن میں کوئی جد وجہد اور کوشش نہیں ہوتی۔

2) جوا اور قمار بازی ہنستے بستے گھروں کو اجاڑنے اور حرام راہوں میں مال ضائع کرنے اور مالدار گھرانوں کو فقیری میں بدلنے اور عزت واکرام کی مالک جان کی تذلیل کا سبب ہے۔

3)جوا اور قمار بازی جواریوں کے مابین باطل اور ناحق طریقہ سے مال کھانے کا سبب بنتا ہے اور یہی چیز ان کی آپسی عدوات ودشمنی اور بغض کا باعث بنتی ہے۔

4)جوا اور قمار بازی اللہ تعالی کے ذکر اور نماز سے روکنے کا باعث ہے۔

5)قمار بازی اور جوا ایسے گناہ ہے جو وقت ،صلاحیت ،جد وجھد اور کوشش ہڑپ کر جاتا ہے،اور لوگوں کو سستی وکاہلی کا عادی بناتا اور امت کو کام کاج اور پیداوار سے معطل کرکے رکھ دیتا ہے۔

6)قمار بازی اور جوا قمار باز کو جرائم کی جانب ڈھکیلتا ہے، کیونکہ مفلس شخص چاہتا ہے کہ اسے کسی بھی طریقہ سے مال حاصل ہو، چاہے چوری کے ذریعہ ہو یا ڈاکہ زانی کے ذریعہ۔

7)قمار بازی اور جوا غم و پریشانی، بیماریوں کا باعث ہے اور اس سے اعصاب ناکارہ ہوتے ہیں اور یہ بغض و کینہ خود کشی پاگلپن اور لاعلاج مرض پیدا کرتا ہے۔

8)قمار بازی اور جوا قبیح اور برے اخلاق کو جنم دیتا ہے، مثلا: شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال، جس جگہ پر قمار بازی ہو رہی ہو وہاں روشنی کم اور دھواں زیادہ ہوتا ہے، آوازیں پست اور کھسر پھسر زیادہ ہوتی ہے، وہاں خواہشات کا دور دورہ ہوتا ہے، سبز ٹیبل کے ارد گرد قمار باز جمع ہوتے ہیں اور ان کے زخمی دل دھڑک رہے ہوتے ہیں، ویسے تو وہ کھیل کے ساتھی اور ہمنوا لگتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں، ہر کوئی ایک دوسرے کی

گھات میں رہتا ہے اوران کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ سامنے والوں کا مال حاصل کرلیں، اور قمار بازی کے اڈے کا مالک موسیقی اور گانے لگا کرسب کے احساسات کومدہوش کرنے کا عمل کرتا ہے،اوروہاں بازاری عورتوں کا اہتمام بھی کرنے کے ساتھ انواع واقسام کی شراب اور سگریٹ بھی پیش کرتا ہے۔وہاں دھوکہ اور فراڈ کی کثرت پائی جاتی ہے،پلانے والے اور کھلانے والے لڑکے اور لڑکیاں ایک کھلاڑی کے پتے دیکھ کر دوسرے شخص کو بتاتے پھرتے ہیں۔ آنکھیں مارتے اور اشارے کرتے پھرتے ہیں، اور بعض اوقات ایک قسم کا توازن قائم کرنے کے لیے مسلسل کھیل اور لمبی ملاقاتوں کا انتظام ہوتا ہے اور اس کی ضمانت دیجاتی ہے۔بلا شبہ سب لوگ ہی خسارہ اور نقصان میں ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنا مال شراب اور لڑکیوں پر لٹاتے ہیں۔

لہذا وہ قمار باز جو جوا کی ہر بازی جیت گیا ہو یا اکثر بازیاں جیتا ہو اس کے پاس مطلقا منافع کا کوئی مال نہیں بچتا، اگر بچے بھی تو اس کی مقدار بالکل قلیل سی ہوتی ہے، لیکن نقصان اور خسارہ اٹھانے والا شخص تو ہر چیز ہی گنوا بیٹھتا ہے، اور رات کے آخر پہر میں وہ سب وہاں سے کھسکتے ہیں تو انہیں ندامت اور ذلت نے گھیر رکھا ہوتا ہے، اور ہارنے والا شخص جیتنے والے کو کل آنے کا وعدہ کرتا پھرتا ہے۔

(دیکھئے: الحیاۃ الاجتماعیۃ فی التفکیر الاسلامی، تالیف احمد شبلی صفحہ نمبر: 241)

کتنے ہی گھر کے لیے قمار بازی اور جوے فقر کا باعث بنے، اور کتنے ہی پیٹ بھوکے رہے، اور کتنے جسم لباس سے عاری ہو گئے، یا پھر انہوں نے بوسیدہ اور پرانا لباس زیب تن کرنا شروع کر دیا، اور کتنی ہی شادیاں ناکام ہوئیں، اور کتنی ہی ملازمتیں ختم کر دی گئیں، یہ سب قمار بازی کی کرامتیں ہیں،

اور کتنے ہی آدمیوں نے قمار بازی کے اڈے پر اپنا دین اور اپنی عزت داؤ پر لگا دیا اور فروخت کر دیا۔

لہذا قمار بازی اور جوا ہر چیز کی تباہی و بربادی کا باعث ہے، اور برائیوں کی جڑ ہے اگرچہ اس کا ہدف حصول مال ہے، لیکن یہ شراب نوشی اور سگریٹ نوشی اور بری مجلس اور سوسائٹی اور اندھیرے اور غموض اور دھوکہ و فراڈ اور کراہیت اور ایک دوسرے کے انتظار اور اشیاء اچکنے اور ہر قسم کی بری صفت پر مشتمل ہوتی ہے۔(ماخوذ از فتاوی اسلام سوال وجواب)

3) تیسرا نکتہ: الجہالۃ(لا علمی)

اہل علم کہتے ہیں کہ ایسی بیع جس میں جہالت پائی جاتی ہو، اگر یہ جہالت یسیرہ ہو تو وہ معاف ہے اور اگر یہ جہالت کثیرہ ہو تو ممنوع ہے، مثلا آدمی یہ کہے کہ ایک لاکھ پر 3000

فائدہ دونگا، نفع نقصان میں شریک ہونے کی کوئی شرط نہ رکھے
اور فائدہ کا فیصد capital پر متعین کرتا ہے تو یہ غلط ہے۔

فائدہ پرافٹ پر متعین کرنا چاہیے یعنی ایک لاکھ انوسٹ کرنے پر ایک کا دس پرسنٹ نہیں بلکہ ایک لاکھ پر آنے والے پرافٹ پر دس فیصد متعین کرنا چاہیے پرافٹ پر پرسنٹیج متعین کرینگے تو پرافٹ دس پرسنٹ میں دس ہزار بھی آسکتا ہے ایک لاکھ بھی آسکتا ہے۔

4) چوتھا نکتہ: غرر (دھوکہ):

ہر وہ تجارت جس میں کسی بھی قسم کا دھوکہ ہو وہ ساری تجارتیں حرام ہیں جس میں فائدہ ونقصان بائع کے حق میں آیئگا یا مشتری کے حق میں جایئگا یہ واضح نہ ہو۔ مثلاانشورنس کی ساری قسمیں اسی میں آتی ہیں اسی لیے اس کو اہل علم نے غرر کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔سوائے چند مستثنی امور اہل علم سے رجوع کریں

5) پانچواں نکتہ: شرائط کا پورا ہونا:

تجارت اور خرید و فروخت کی صحیح ہونے کی بعض شرطیں قرآن و سنت میں بتائی گئیں ہیں ان شرطوں کا خیال رکھنا ضروری اور ہر ایک کے بارے میں جانکاری بھی ضروری ہے مثلا:

1) شرط الانعقاد. 2) شرط الصحۃ. 3) شرط النفاذ. 4)شرط اللزوم.

کسی بھی بیع کے حلال ہونے کے لیے کچھ شرائط ہوتی ہیں، شیر مارکٹ چھ شرائط کے ساتھ حلال ہے، چین مارکٹ پانچ شرائط کے ساتھ حلال ہے اور قسطوں کی بیع کرنا 12 شرائط کے ساتھ حلال ہے۔

ایک عالم نے سعودی عرب میں شریعہ اڈوائیزری بورڈ قائم کیا، ہندوستان میں بھی اس طرح کے اسلامک شریعہ

اڈوائیزری بورڈ قائم کرنا چاہیے کیونکہ ہر آدمی کو دس شرطوں کا علم نہیں ہوتا اور اس اڈوائیزری بورڈ کے پاس پہلے ہی سے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ شہر میں کتنے کمپنیاں ہیں جس کی بنیاد حلال پر ہے اور کتنے حرام پر ہیں، لوگ ان کے پاس آکر جن مسائل سے متعلق معلومات چاہے وہ معلومات حاصل کرینگے ، آج ہمیں اس طرف توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔

شیخ محمد بن سعود العصیمی حفظہ اللہ کا کارنامہ:

سعودی عرب میں ایک عالم دین ہیں جن کا نام محمد بن سعود العصیمی ہے، جو شیخ محمد بن باز رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے الراجحی گروپ کے فاؤنڈر سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ میں آپ کی کمپنی کو سود سے پاک وصاف کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے اجازت دیدی کمپنی کے ٹرانسکشن کو پاک کرنے کے لیے تین سال تک کا عرصہ لگا اور آج حال یہ ہے کہ علماء سعودیہ کہتے ہیں کہ اگر

انسٹالمنٹ کی فسیلیٹی آپ کو لینا ہے تو الراجحی سے لے سکتے ہیں ۔شیخ سعد الختلان حفظہ اللہ نے ٹوئیٹر پر لکھا کہ اگر تم کو انسٹالمنٹ کی فسیلیٹی اور حلال شیئر خریدنا ہے تو الرجحی کے شئیر خرید سکتے ہیں ۔اس کے علاوہ البنک الأھلي، بنک البلاد اورالجزیرۃ بینک جو سعودی عرب کے بزنس کے بڑے hubہیں، وہ بھی اپنے بزنس کو مکمل حلال کرنے کے لیے آ گے آ چکے ہیں اور انہوں نے شیخ محمد بن سعود العصیمي حفظہ اللہ سے اپنی کمپنیوں کو بھی حلال کرنے کے لیے درخواست کی ہے اس طرح کا کام ہندوستان میں بھی ہونا چاہیے تا کہ ہندوستان میں مسلمان ترقی کریں اور ہندوستان بھی ترقی کرے۔

6) چھٹا نکتہ: موانع کا خاتمہ:

کسی بھی عمل کے کرنے میں کچھ شرائط ہوتی ہیں اور کچھ موانع بھی ہوتے ہیں، تجارت کا بھی یہی معاملہ ہے، جس

طرح شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے اسی طرح موانع کا نہ پایا جانا بھی ضروری ہے، اگر شرائط پوری نہ ہوں یا موانع پائے جائیں تو بزنس صحیح نہیں ہو گا۔ مثلا:

1) حرام چیز سے بزنس شروع ہی نہیں کیا جاسکتا۔

2) بزنس حلال ہے لیکن واضح نہیں ہے، بزنس نہیں کیا جاسکتا

۔

3) بزنس حلال ہے اور واضح بھی ہے لیکن دوسرے پاٹنر کے علم میں نہیں ہے تو بزنس نہیں کیا جاسکتا۔

4) بزنس حلال ہے، واضح ہے پاٹنر کے علم میں بھی ہے، لیکن انعقاد کے وقت عیب نکل جائے تو بزنس نہیں کیا جاسکتا، عیب کی وجہ سے اس کو واپس لوٹا دیا جائیگا۔

5) جو چیزیں حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود حرام ہے میں تو نہیں لیتا ہوں لیکن میں اس کمپنی میں کام کر رہا ہوں سود کا تعلق تو کسٹمر اور مالک سے ہے یا بعض

لوگ کہتے ہیں کہ میں شراب کا بزنس کررہاہوں اور میں اس کو حرام سمجھتاہوں یہ سب غلط ہے کیونکہ جو چیز حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔

7)ساتواں نکتہ :خارجی شرائط کا پوراہونا اور خارجی موانع کا نہ پایاجانا:

شرائط اور موانع کی دو قسمیں ہیں

1)اندرونی شرائط۔ 2)خارجی شرائط۔

شرائط میں کچھ شرائط اندرونی ہوتی ہیں اور کچھ خارجی ہوتی ہیں، مثلا نماز میں وضوء خارجی اور سجدہ اندرونی شرط (اس کو فقھاء نے رکن کا نام دیا) ہے اور ان دونوں شرائط کے بغیر نماز نہیں ہوتی ،اسی طرح تجارت میں بھی اندرونی شرائط اور خارجی شرائط پائی جاتی ہیں، اگر ان میں کوئی ایک شرط نہ پائی جائی تو وہ تجارت صحیح نہیں ہوگی۔

1)اندرونی موانع۔ (جو بذات خود حرام ہو)

2) خارجی موانع۔ (جو بذات خود حرام نہ ہو بلکہ کسی دوسرے سبب سے حرام کیا گیا ہو)

موانع میں کچھ اندرونی اور خارجی موانع ہوتے ہیں اور یہ کسی تجارت میں پائے جائیں تو وہ تجارت صحیح نہیں کہلائے گی، مثلا: مسجد میں کسی حلال چیز کی تجارت کرنا بھی حرام ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ"

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع کیا۔" (سنن ابو داود: 1079)

مسجد خارجی مانع ہے،.بیع فی نفسہ مباح عقد ہے، کیونکہ مسجد عبادت کی جگہ ہے نہ کہ بزنس کی جگہ، اس لیے مسجد میں کسی .بیع نہیں کی جا سکتی ہے یا مسجد میں بزنس کی مارکٹنگ نہیں کی جا سکتی، مسجد میں بزنس کا اعلان نہیں کیا جا سکتا، مسجد میں بزنس

کے اشتہار والے بیانرس نہیں چسپاں کیے جاسکتے ہیں، کیونکہ اس سے تشہیر ہوتی ہے جو بزنس کا ایک حصہ ہے، اسی طرح جمعہ کی اذان ہورہی ہو اس وقت پر حلال بزنس بھی حرام ہو جاتا ہے۔

اندرونی مانع جیسے شراب ہے جو کہ حرام ہے لہذا اس کی تجارت بھی حرام ہے، کتوں کا بزنس بھی حرام ہے سوائے شکاری کتا، کھیتی اور مویشی جانوروں کی حفاظت کرنے والا کتا ان دونوں کا بزنس جائز ہے۔

موجودہ دور میں بعض مسلمان ہیں جو مورتیوں کا بزنس کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کیونکہ اللہ نے جس قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لیے اس دنیا میں بھیجا وہ قوم خود بت بنا کر بیچے۔ نعوذ باللہ اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے؟! یہ دراصل معاملات سے متعلق دینی تعلیمات کو نہ جاننے کا نتیجہ ہے۔

8) آٹھواں نکتہ: حرام کو حلال نہ کرے اور حلال کو حرام نہ کرے:

کچھ چیزیں حلال ہیں اس کو لوگ بغیر علم کے حرام سمجھتے ہیں، مثلا کوئی آدمی ہے جس کی آمدنی میں حرام چیزوں کی ملاوٹ ہے اور وہ دعوت دیتا ہے یا تحفہ دیتا ہے اس کی دعوت کا کھانا یا اس سے تحفہ لینا حرام سمجھتے ہیں جبکہ وہ حلال ہے کیونکہ اس کی حرمت تحفہ میں منتقل نہیں ہوتی، اس کا پیسہ حرام کا ہے تو اس کی سزا وہ بھگتے گا، لیکن اب جو دعوت دے رہا ہے یہ مہمان کے حق میں جائز ہے کیونکہ دعوت کا کھانا جائز اور حلال ہے۔

جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک اثر منقول ہے:

"عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه سُئِلَ عَمَّنْ لَهُ جَارٌ يَأْكلُ الرِّبَا عَلَانِيَةً وَلَا يَتَحَرَّجُ

مِنْ مَالٍ خَبِيْثٍ يَأْخُذُهُ يَدْعُوْهُ الَى طَعَامِهِ فانما المهنالَكم وَالوِزْرُ عَلَيْهِ "

ترجمہ: ”عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک پڑوسی ہے جو سود کھاتا تھا اور حرام مال حاصل کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا تھا اور وہ دعوت دیتا ہے اس کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک وہ پیشہ ہے تمہارے لیے اور حرام کا گناہ اس پر ہے۔“ (جامع العلوم والحکم: 1/201)

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ اور شیخ صالح الفوزان رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اہل کتاب کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک عورت نے بھونا ہوا بکرا تحفہ دیا تھا:

"فَأَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ"

ترجمہ: ”ایک یہودی عورت نے خیبر میں بھونا ہوا بکرا آپ ﷺ کو تحفہ میں دیا جس میں زہر ملایا گیا تھا آپ ﷺ نے بھی کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا۔“ (سنن ابو داود:4512)

اسی طرح کچھ چیزیں حرام ہوتی ہیں اس کو ہم حلال سمجھتے ہیں مثلا: سونے کی خریداری کے وقت آدھی قیمت اور آدھی قیمت بعد میں ادا کرتے ہیں یا سونے کے بدلے سونا خریدتے ہیں اور سونا بعد میں لاکر دیتے ہیں جبکہ اس طرح تجارت کرنا حرام ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ:أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْأَرْبَى،

وَلَابَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ، وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًابِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا، وَلَابَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًابِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا"

ترجمہ: ” عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا“ : سونا سونے کے بدلے برابر برابر بیچو، بغیر ڈھلا ہوا سکہ ہو یا ڈھلا ہو سکہ، اور چاندی چاندی کے بدلے میں برابر برابر بیچو بغیر ڈھلا ہوا سکہ ہو یا ڈھلا ہو سکہ، اور گیہوں گیہوں کے بدلے برابر برابر بیچو، ایک مد کے بدلے ایک مد، جو کے بدلے جو برابر بیچو، ایک مد ایک مد کے بدلے میں، اسی طرح کھجور کھجور کے بدلے میں برابر برابر بیچو، ایک مد ایک مد کے بدلے میں، نمک نمک کے بدلے میں برابر برابر بیچو، ایک مد ایک مد کے بدلے میں، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود دیا، سود لیا، سونے کو چاندی سے کمی و بیشی کے

ساتھ نقد بیچنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن ادھار درست نہیں، اور گیہوں کو جو سے کمی وبیشی کے ساتھ نقد بیچنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ادھار بیچنا صحیح نہیں۔" (سنن ابی داود 3349:)

سونے کا بزنس ایک مجلس میں ہوگا خریدنے والا اسی مجلس میں مکمل قیمت دے گا اور بیچنے والا اسی مجلس میں اس سونے کو خریدنے والے کے حوالے کرے گا۔

9) نواں نکتہ: مبیع (بیچی جانے والی چیز) واضح ہو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: " مَاهَذَا يَاصَاحِبَ الطَّعَامِ؟ "، قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ:"أَفَلَاجَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ، فَلَيْسَ مِنِّي."

ترجمہ: "سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں کو تری لگی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ وہ بولا: بارش کا پانی پڑ گیا تھا یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تو نے اس بھیگے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے جو شخص فریب کرے، دھوکہ دے، اس کا مجھ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔" (صحیح مسلم:102)۔

10) دسواں نکتہ: قرض کی عدم ادائیگی

اللہ کے نبی ﷺ نے قرض کی حالت میں انتقال کر جانے والے کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمادیا تھا، بلاضرورت قرض نہیں لینا چاہیے اگر آدمی کو ضرورت پڑے تو وہ قرض لے اور جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے اور

آپ کے قرض کا علم وارثین کو ہونا چاہیے کیونکہ جو آدمی پر قرض ہو اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے اعمال معلق ہوتے ہیں، اگر وارثین کو معلوم ہو گا تو وہ آپ کے قرض کو ادا کرنے کی کوشش کرینگے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ» ترجمہ: ""مومن کی روح لٹکی رہے گی اس کے قرض کے سبب یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔"

(سنن ترمذی:1078)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حرام سے بچنے، حلال اور پاکیزہ روزی کمانے اور مکمل دین پر عمل کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

***